لکھنؤ
تعمیرِ حیات
پندرہ روزہ

مسلمانوں کے لئے راہِ عمل

" ہم یہاں اس لئے آئے ہیں کہ اللہ کے بندوں کو بندوں کی بندگی سے نکال کر اللہ کی بندگی میں داخل کریں۔ دنیا کی تنگی سے نجات دیکر وسعت وکشائش کی راہ دکھائیں ظلم وجور سے بچا کر عدل وانصاف کی فضا میں لائیں۔ بنی آدم ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں انکے درمیان برادرانہ محبّت قائم ہونی چاہئے۔ ہماری نظر میں انسانوں کے درمیان شریف و کمین کی تقسیم صحیح نہیں ہے ہم انسانوں کی خود ساختہ اونچ نیچ کے قائل نہیں ہیں۔ ہم تمام آدمیوں کو ایک ہی اصل کی شاخیں سمجھتے ہیں اور سب کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا چاہتے ہیں۔ ملک گیری اور کشور کشائی ہمارا مقصد نہیں ہے۔ ہم انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے نجات دلانے کے لئے آئے ہیں۔ اگر ہماری بات مان لی جائے تو ہم واپس لوٹ جائیں گے "۔

مذکورہ بالا الفاظ میں عرب قاصدوں نے امرائے ایران اور شاہِ ایران کے سامنے اپنے مقاصد پیش کئے۔ یہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے مبارک عہد کا واقعہ ہے۔ مسلمان جب سرزمین عرب سے باہر نکلے اور روما وایران کی حدود میں داخل ہوئے تو ان کے دلوں میں یہی پاک خیالات تھے اور وہ نوع انسانی کی خیر خواہی وہمدردی کے غیر معمولی جذبات اپنے سینوں کے اندر رکھتے تھے۔ ملکوں کا فتح کرنا، سلطنتیں قائم کرنی، مال ودولت کے انبار لگانے اور عیش وعشرت کی زندگی بسر کرنا اُن کا مقصد نہ تھا۔ درحقیقت وہ نوع انسانی کی پریشانیوں سے دلگیر تھے۔ اُن کا مقصود یہ تھا کہ ظلم وستم کے مارے ہوئے انسانوں کو امن وسکون اور راحت وآرام نصیب ہو۔ سلاطین وامراء کی چوکھٹوں پر جھکے ہوئے سروں کو اُٹھا کر وہ رب العالمین کے سامنے سربسجود کرنا چاہتے تھے، وہ ہر قسم کی مشکلیں عوام الناس کی راہ سے دور کرنا چاہتے تھے۔ اپنی راحت وآرام کا ذرہ برابر بھی خیال نہ تھا بلکہ ان کی دلی آرزو تھی کہ خود تکلیف اُٹھا کر دوسروں کو آرام پہونچائیں۔ وہ شاہانہ شکوہ وجبروت سے ناآشنا اور امیرانہ عیش وعشرت سے کوسوں دُور تھے۔ اُن کے حکمرانوں کو بادشاہت کا لفظ بھی گوارا نہ تھا۔ وہ موٹا جھوٹا کھا کر اور پھٹا پُرانا پہن کر انسانوں کی خدمت کیا کرتے تھے، وہ کسی معاملے میں اپنی فوقیت اور ترجیح کے رَوادار نہ تھے بلکہ ملک کے معمولی سے معمولی باشندے کی ضرورت کو اپنی ضروریات پر ترجیح دیتے تھے اور سارے ملک کو کھِلا کر خود کم سے کم پر گزر کرتے تھے۔

(مولانا عبدالسلام قدوائی ندوی)

Regd No. LW/NP 56
Phone 22345 / 29747
TAMEER-E-HAYAT
Fortnightly
(NADWATUL-ULAMA LUCKNOW-226007 (INDIA)

مجمع بحار الانوار
(احادیث کی مشکلات حل کرنے کے لئے بے نظیر کتاب)
تالیف: ملک المحدثین علامہ شیخ محمد طاہر پٹنی گجراتی (المتوفی ۹۸۶ھ)
اس کتاب کے بارے میں تمام دنیا کے علماء اور ماہرین فن حدیث کا اتفاق ہے کہ یہ اپنے موضوع پر منفرد اور بے نظیر ہے، جو اپنی جامعیت اور فنی خصوصیات کے اعتبار سے اس موضوع پر لکھی گئی تمام کتابوں سے فائق ہے۔ الفاظ حدیث بالخصوص صحاح ستہ کی لغوی مشکلات اور دیگر مباحث کے لئے یہ کتاب گویا انسائیکلو پیڈیا ہے۔ جس میں لغوی تحقیق اور فنی بحثیں ایسی بسط اور محققانہ طریقہ پر کی گئی ہیں جو طالب علم کو دوسری کتابوں سے بے نیاز کر دیتی ہے اور تحقیق کے مرجع کی نشاندہی بھی ہو جاتی ہے۔
ہندوستان ہی نہیں بلادِ عربیہ کے علماء نے بھی اس کی عظمت اور اہمیت کا غیر معمولی اعتراف کیا ہے۔
یہ کتاب عرصے سے نایاب تھی، قدردانوں کی طلب بلکہ ان کے اصرار پر، اب خدا کا شکر ہے کہ نہایت آب و تاب اور عربی ٹائپ کی دیدہ زیب طباعت کے ساتھ، اچھے کاغذ پر، پہلی بار، محدث شہیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی مدظلہ کے گرانقدر مقدمہ اور محقق لغات مولانا عبدالحفیظ بلیاوی کی تصحیح وتنقیح کے بعد، ۵ جلدوں میں، دائرۃ المعارف حیدر آباد نے طبع کر کے اہل علم کی دیرینہ آرزو پوری کر دی ہے۔
کتاب کے کل صفحات ساڑھے تین ہزار سے زیادہ ہونے کے باوجود۔ نفع عام اور علم دین کی خدمت کے جذبہ سے۔ پورا سیٹ لینے والوں کے لئے اس کا ہدیہ صرف ڈیڑھ سو (۱۵۰) روپئے رکھا گیا ہے۔
ہندوستان میں
مکتبہ دارالعلوم ندوۃ العلماء پوسٹ بکس ۹۳ لکھنؤ
سے دستیاب ہوسکتی ہے۔

جعلی لیبل، نقلی کیپسول اور ٹین کے ڈھکن سے ہوشیار!
نورانی تیل
درد۔ زخم۔ چوٹ۔ جلنے۔ کٹنے کی دوا۔
اب سنہرے اور ہرے دو رنگے کیپسول پر ٹریڈ مارک دیکھ کر خریدیئے۔
انڈین کیمیکل کمپنی مئوناتھ بھنجن یو۔پی

ہند تیل
[illegible]
تیار کردہ: ہند سی۔ پی ورکس۔ مئوناتھ بھنجن یو۔پی

"تعمیر حیات" میں اشتہار دیکر اپنی تجارت کو فروغ دیجئے

شربت نزلہ
معمولی کھانسی، زکام اور نزلہ کے لئے
دواخانہ طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

عطر مجموعہ نمبر ۳۹۱۸
[illegible]
حافظ محمد زکریا برادران تاجران عطر و تیل

بہترین چائے کا قابل اعتماد مرکز
عبّاس علاء الدّین اینڈ کمپنی
نمبر ۱۳ حاجی بلڈنگ ایس وی ڈی کا روڈ
بازار بمبئی نمبر ۳
TELEGRAM:- CUP, KATTLY
PHONE No 332220

اسپیشل مکسچر	کپ برانڈ
اسپیشل ممری	گولڈن ڈسٹ
ہوٹل مکسچر	فلاوری اوپی

نرخ اشتراک اندرون ہند مع محصول ڈاک:
سالانہ: ۱۲ روپے ششماہی سات روپے
فی پرچہ: ۶۰ پیسے
بیرون ہند مع محصول ڈاک:
بحری ڈاک سے: ایک پاؤنڈ شلنگ
ہوائی ڈاک سے: امریکہ و کناڈا اور
یورپین ممالک: ۳ پونڈ
افریقہ، مشرق وسطیٰ اور مشرق بعید کے ممالک ۲ پونڈ
پاکستان: ۳۰ روپئے
بنگلہ دیش: ۱۵ روپئے

تعمیر حیات
لکھنؤ
پندرہ روزہ
شعبۂ تعمیر و ترقی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد نمبر ۱۴	۲۵ اپریل ۱۹۷۷ء	۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۷ھ	شمارہ نمبر ۱۲

اسحٰق جلیس ندوی

ملک کے موجودہ حالات اور مسلمان

مارچ ۷۷ء کے انتخابات کے حیرت انگیز نتائج نے ملک کی تاریخ میں ایک نئے باب کا آغاز کر دیا ہے۔ جس ماحول اور حالات میں ملک کی مرکزی قیادت میں تبدیلی آئی ہے وہ صحت مند رجحانات، سیاسی شعور کی پختگی اور بیدار مغزی کی آئینہ دار ہے، ملک کی سب سے بڑی اقلیت کی حیثیت سے مسلمانوں نے قیادت کی اس تبدیلی میں مؤثر کردار ادا کیا ہے۔ اس کا اعترا[ف] ... برسر اقتدار طبقہ کو بھی ہے اور ان جماعتوں کے کارکنوں اور رہنماؤں کو بھی ہے جو مسلمانوں کو ایک مخصوص جماعت کا حاشیہ بردار سمجھ کر ... نشانہ بنایا کرتے تھے۔

موجودہ انتخابات کا ایک گراں قدر عطیہ یہ ہے کہ اس نے مذہب، ذات، برادری، خاندان اور امارت و غربت کے امتیازات اور عصبیتوں کو وقتی طور پر ختم کر دیا ہے۔ آزاد ہندوستان کے ۳۰ سالہ دور میں پہلی بار رائے دہندگان نے ان پیمانوں کو توڑ دیا جن کے سہارے ہماری مقننہ کی نصف سے زائد تعداد کامیاب ہوتی رہی۔

فرقہ وارانہ ہم آہنگی اور صلح و آشتی کی موجودہ فضا کو برقرار رکھنے اور مزید مستحکم و پائدار بنانے کی فکر و کوشش برابر جاری رہنا انتہائی ضروری ہے۔ اس سلسلے میں مسلمانوں کو خاص طور پر ہوشمندی سنجیدگی اور رواداری کا ثبوت دینا ہوگا۔ انہیں اپنے صفوں میں ایسے طالع آزما لیڈروں کی حوصلہ افزائی نہیں کرنی چاہئے جو اپنی بے سرو پا جوشیلی تقریروں کے ذریعہ فضا کو مسموم، مخالفین کو متحد اور ملت کو منتشر کر کے اپنے محدود مفادات حاصل کرتے ہیں۔ دوسری طرف انہیں اکثریتی فرقہ کے اس عنصر پر بھی کڑی نظر رکھنی ہوگی جو اس فضا کو سبوتاژ کرنے کی سازش و کوشش میں مصروف ہے۔

اس ملک میں مسلمانوں کو خیرات کا ذریعۂ انجام دینے ... میں جو رکاوٹیں تھیں وہ موجودہ انتخابات نے بڑی حد تک دور کر دی ہیں، غیر مسلم نوجوانوں کی اکثریت جن انتہا پسند تنظیموں کے زیر اثر ہے ان کے رہنماؤں اور کارکنوں کی جیلوں میں مسلم محبوسین کی رفاقت، تعلقات اور تبادلۂ خیالات نے اس خلیج کو پاٹ دیا ہے جو ایک دوسرے تک رسائی میں حائل تھی۔ برادران وطن کے دل کو چھونے اور ان تک اپنا نقطۂ نظر، اپنے احساسات اور اپنا جذبۂ خیر خواہی پہنچانے کے لئے ہمیں جس رستے کی تلاش گذشتہ تیس سال سے تھی، اللہ تعالیٰ نے اسے غیب سے فراہم کر دیا ہے، جن لوگوں کو مسلمانوں سے اس درجہ بُعد و نفرت تھی کہ وہ اُن سے ملاقات و گفتگو کے روادار نہ تھے اب بے تکلف مسلمانوں کے جلسوں میں شریک ہوتے ہیں اور ان سے روابط بڑھا رہے ہیں، حالات کا یہ خوشگوار موڑ ملک و ملت کے لئے زیادہ سے زیادہ سود مند بنانے کے لئے ہمیں بڑی سنجیدگی دور بینی اور مصلحت اندیشی کو پیش نظر رکھنا پڑے گا۔

ملک کے موجودہ حالات میں ہمارا ہر لائحۂ عمل گہری سوجھ بوجھ، طویل غور و فکر اور درس تاریخ کو ملحوظ رکھتے ہوئے نیز ہمارے عقیدہ اور تاریخ کی روشنی میں طے کیا جانا چاہئے، اس پر وقتی منفعت، محدود مقاصد اور جاہ و شہرت کا سایہ بھی نہ پڑے، اپنے جائز حقوق سے دستبردار ہونے کی ہم دعوت نہیں دیتے لیکن حقوق طلبی کا جو انداز گذشتہ تیس سال سے اپنایا گیا ہے وہ امت دعوت کے شایان شان نہیں۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ہندوستان کے مسلمان ایک ایسی اکائی کے روپ میں اس ملک میں اُبھرتے اور ان کا مخلصانہ عمل ما اسئلکم علیہ من اجر ان اجری الا علی رب العلمین کا ایسا مصداق بنتا کہ انکے مطالبات بے طلب پورے ہو جاتے، مخالف کیمپ میں ان کے مقدمہ کے وکیل اور ان کے حقوق کے پاسبان مل جاتے۔

لیکن سابق حکمراں طبقہ کی سازش و کوشش اور خود مسلمانوں کی غیر دور اندیش سیاسی اور سماجی قیادت نے یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہونے دیا۔ موجودہ حالات نے اس کا موقع فراہم کر دیا ہے کہ ہم حقوق طلبی کی مہم میں اپنی سطح کو کچھ بلند کریں اس میں ہمارے خوددار اسلاف اور شاندار تاریخ کی جھلک بھی ہو اور دشمنوں کو دوست بنانے والی ... روایات بھی ہوں۔

حقوق طلبی کی مہم میں ہمیں اس بات سے بھی احتیاط برتنی ضروری ہے کہ اسے سستی شہرت اور مقبولیت کا ذریعہ نہ بنایا جائے، یہ بڑی سطحی بات اور غیر دانشمندانہ عمل ہے کہ ہمارا کوئی وفد کسی مسئلہ میں حکام سے گفتگو کے لئے جاتا ہے تو ہماری طرف سے پریس میں اس کی پبلسٹی کو غیر ضروری اہمیت دی جاتی ہے۔ یہ سطحیت ہمارے کاز کو بڑا نقصان پہونچاتی ہے، ہمارے مسائل تو بدستور لاینحل رہتے ہیں لیکن ملک کی اکثریت کا یہ تاثر ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ خصوصی رعایت کا معاملہ ہو رہا ہے۔ اس شور و شہرت سے ان برادران وطن کی بھی پوزیشن خطرے میں پڑ جاتی ہے جو مسلمانوں کے مسائل سے ہمدردی اور دلچسپی رکھتے ہیں، کیونکہ مسلم اقلیت کی خاطر غیر مسلم اکثریت کی ناراضگی مول لینے کا سودا انہیں گراں پڑ سکتا ہے۔ ملت کی تاریخ میں خاموش عمل سے محیر العقول نتائج پیدا ہوئے ہیں۔

مسلمانوں کی علیحدہ سیاسی تنظیم کی کلیتاً نفی ہم نہیں کرتے لیکن اس کی ملی اور ملکی افادیت کے سلسلے میں واقعات و حالات اور حقائق و دلائل کی روشنی میں جائزہ لینا ضروری ہے۔ ہندوستان کی حد تک تو یہ تجربہ سود مند ثابت نہیں ہو رہا ہے بلکہ اس نے ہمارے امتیاز و مقام اور ہمارے عزائم کے منصب و حیثیت کو نقصان پہونچایا ہے۔

پارلیمانی سیاست کی راہ سے بڑی کوشش و جد و جہد کے بعد افراد و وسائل کی وافر مقدار جھونک کر مرکزی یا کسی ریاستی مقننہ میں ہم اپنے دو تین ممبران منتخب کرانے میں کامیاب بھی ہو جاتے ہیں تو اس کا ہمیں وہ فائدہ محسوس نہیں ہوتا جو ہماری جان و مال کی اتنی بڑی قربانی کا نعم البدل یا بدل کہلا سکے۔

مسلم سیاسی تنظیموں کے لیڈروں کی ایک بدتوفیقی یہ ہے کہ وہ نمائندگی کا دعویٰ تو پوری ملت کا کرتے ہیں لیکن اپنے سیاسی موقف کے تعین اور اہم سیاسی فیصلوں میں اپنی پارٹی کے علاوہ ملت کے دیگر مخلص دانشوروں اور علماء سے رائے اور مشورہ لینا اپنی پالیسی کے خلاف سمجھتے ہیں۔ انہیں اس کا خیال نہیں رہتا کہ ہمارے کسی فیصلہ کا اثر پوری قوم پر پڑے گا۔ ایک مسلم سیاسی جماعت کی گذشتہ ۵۰ سالہ سرگرمیاں ملت کے لئے بڑی جھنگی پڑیں اور آج بھی اس جماعت کا یہ حال ہے کہ وہ پوری ملت پر اپنی جماعت بلکہ اس کے چند افراد کے مفاد کو ترجیح دیکر ظلم و زیادتی کے علمبرداروں سے بھی سیاسی سمجھوتہ کر لیتی ہے۔

مسلم سیاسی تنظیم کے پلیٹ فارم سے بولنے والے غیر تربیت یافتہ مقررین کے لئے کوئی ضابطۂ اخلاق طے نہیں کیا جاتا، نتیجہ یہ کہ وقتی ہیجان و جوش کی خاطر اپنے حق میں کانٹے بونے، عوام کی غلط تربیت کرنے، فضا میں کشیدگی پیدا کرنے اور برادران وطن کو اپنے سے دور کرنے کی "خدمت" اسی پلیٹ فارم سے انجام دیجاتی ہے۔

دنیا کے ہر ملک میں مذہبی، لسانی اور نسلی اقلیتیں ہیں، لیکن معدودے چند کے علاوہ کہیں بھی اقلیتوں کی علیحدہ سیاسی تنظیم نہیں۔ ان ممالک کی اقلیتیں علیحدہ سیاسی تنظیم کی بجائے اس طریقہ کار کو اپناتی ہیں جو انہیں ملک کے سیاسی اور سماجی حالات پر اثر انداز ہونے کے مواقع فراہم کرے۔

امریکہ میں یہودی اقلیت کی کوئی علیحدہ سیاسی تنظیم نہیں ہے، لیکن دیکھا جاتا ہے کہ امریکہ کی سیاسی اور اقتصادی زندگی پر یہودیوں کا کتنا زبردست اثر ہے۔

سابق مشرقی پاکستان اور موجودہ بنگلہ دیش میں ہندوؤں کی علیحدہ سیاسی تنظیم سرگرم عمل نہیں تھی لیکن وہاں کی ہندو اقلیت نے انقلاب قیادت میں ہمیشہ مؤثر رول ادا کیا۔

کیا یہ تجربہ ہندوستان کی مسلم اقلیت نہیں کر سکتی۔؟

آخر میں ہم اس تحریک و دعوت پر غور و فکر کی دعوت دیتے ہیں جو "کل ہند حلقہ پیام انسانیت" کے نام سے اس ملک میں چلائی جا رہی ہے۔ ملک میں مسلمانوں کے اصل مقصد وجود ان کی افادیت اور اہمیت کا احساس پیدا کرنے میں ہم نے اپنے تجربات کی روشنی میں اسے بیحد پایا ہے اس ملک کے ۶۵ کروڑ انسانوں تک انسانیت کا پیغام پہونچانے کے لئے تحریک "پیام انسانیت" کا سہ روزہ کنونشن ۲۰، ۲۱، ۲۲ رمئی ۷۷ء لکھنؤ میں منعقد ہوگا۔

تعلیم القرآن

از: مولانا محمد اویس نگرامی ندویؒ

یتیموں کے ساتھ برتاؤ:

...... والیتامیٰ (نساء، ۶) اور نیکی کرو یتیموں کے ساتھ۔

جس بچہ کا باپ مرجائے اس کو یتیم کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یتیموں کے ساتھ بھلائی کرو، سختی کا برتاؤ نہ کرو اور نہ ان کو دبا کر رکھو کہ ان کی نشو و نما کی قوت فنا ہو کر رہ جائے۔ فرمایا:

فاما الیتیم فلا تقہر (ضحیٰ) سو یتیم کو دباؤ نہیں۔

جو لوگ یتیموں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتے ہیں ان کو خیال کرنا چاہیے کہ اگر وہ بھی اپنے چھوٹے بچوں کو چھوڑ کر مرجائیں اور دوسرے لوگ ان بچوں کے ساتھ اسی طرح برتاؤ کریں تو اُن کا کیا حال ہو؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانوں کا سب سے اچھا گھر وہ ہے جس میں کسی یتیم کے ساتھ بھلائی کی جا رہی ہے، اور سب سے بُرا وہ گھر ہے جس میں کسی یتیم کے ساتھ بُرائی کی جاتی ہو! فرمایا میں اور کسی یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں یوں دو انگلیوں کی طرح قریب ہوں گے!

حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ کسی یتیم کو ساتھ لئے بغیر کھانا نہ کھاتے تھے۔ حضرت عائشہؓ اپنے خاندان اور انصار کی یتیم لڑکیوں کو اپنے گھر لے جا کر دل و جان سے پالتی تھیں، یتیم بچوں کے مال کو بد دیانتی اور فضول خرچی سے خرچ نہ کرنا چاہیے جس میں ان یتیموں کا فائدہ ہو وہاں ان کا مال خرچ کیا جا سکتا ہے، حضرت عائشہؓ یتیموں کے مال کو تجارت میں صرف کرتی تھیں تاکہ ان کی دولت بڑھے!

جب تک یتیم سمجھدار نہ ہو جائیں ان کے سپرد ان کا مال نہ کرنا چاہیئے۔ اور جب وہ اپنا نفع نقصان سمجھنے لگیں تو ان کا مال ان کے سپرد کر دینا چاہیئے۔

محتاجوں کے ساتھ برتاؤ:

...... والمساکین (نساء، ۶) اور مسکینوں کے ساتھ نیکی کرو۔

محتاج اور غریب آدمیوں کے ساتھ بھلائی کرنا، اُن کی ضرورتوں کا پورا کرنا مسلمان پر ایک حق ہے! اس کو ادا کرنا چاہیئے۔

آدمی اپنی دولت پر غرور کر کے کسی ضرورت مند سے بے پروائی نہ برتے اور یہ نہ سمجھے کہ اس کو کبھی کسی دوسرے کی ضرورت نہ پڑے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرے گا خدا اس کی ضرورت پوری کرے گا اور جو کسی مسلمان کی مصیبت کو دور کرے گا، اللہ قیامت کی مصیبتوں میں سے کسی مصیبت کو اس سے دور کرے گا۔

صحابہ کرامؓ ضرورت مندوں کی تلاش میں رہتے تھے، حضرت زبیرؓ کا انتقال ہوا تو انھوں نے لاکھوں روپیہ قرض چھوڑا، ان کے لڑکے حضرت عبد اللہؓ اس کی ادائیگی کی فکر میں تھے ایک بار حضرت حکیم بن حزامؓ سے ملاقات ہوئی، تو انہوں نے کہا یہ قرض کیسے ادا کرو گے؟ اگر مجبور ہو جاؤ تو مجھ سے کہنا میں مدد کروں گا۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ عام طور سے کسی مسکین کے بغیر کھانا نہ کھاتے تھے۔ حضرت حارثہؓ کی آنکھیں جب جاتی رہیں تو دروازہ سے ایک دھاگا باندھ رکھا تھا، جب کوئی مسکین آتا، تو ٹوکری سے کچھ کھجوریں لے لیتے اور دھاگے کے سہارے دروازہ تک آ کر اس کو دیدیتے۔

اگر کوئی ضرورت مند کسی قسم کی مدد مانگے، وہ مدد جسم کی ہو یا مال کی، یا علم کی تو اس کے سوال کو سختی سے رد نہ کرنا چاہئے، امکان بھر اس کو پورا کرنا چاہیے اور پورا کرنا ممکن نہ ہو تو نرمی سے عذر کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

واما السائل فلا تنھر (ضحیٰ) اور تو سوال کرنے والے کو جھڑکا نہ کر۔

مدد کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ کسی دوسرے سے اس کی مدد کی سفارش کر دی جائے اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ جو نیک بات کی سفارش کرے گا، تو اس کے ثواب میں اس کا بھی حصہ ہوگا اور جو بری بات کی سفارش کرے گا تو اس کے گناہ میں وہ بھی حصہ پائے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی ضرورت مند آتا، تو آپ صحابہ سے فرماتے کہ تم سفارش کرو تو تمہیں بھی ثواب ملے گا۔

محسنِ انسانیتؐ نے فرمایا

- جس نے کوئی درخت لگایا اور اس درخت کے پھلوں سے کسی انسان یا جانور کو فائدہ پہونچا تو درخت لگانے والا عند اللہ ماجور ہے۔
- قلوب کا یہ فطری خاصہ ہے کہ جب کوئی کسی کے ساتھ احسان اور مروّت کا برتاؤ کرتا ہے تو وہ اپنے محسن سے محبت کرتے ہیں۔
- جب بندے کے گناہ زیادہ ہو جاتے ہیں اور اس کے اعمال میں کوئی ایسی بھاری کمی نہیں ہوتی جو اس کے گناہوں کا کفارہ ہو سکے تو خدا اُسے رنج و غم میں مبتلا کر دیتا ہے تاکہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے۔
- جو چیز تمہیں خریدنی نہیں ہے اس کا بھاؤ مت بڑھاؤ۔
- غلّے کو روک کر بیچنے والا ملعون ہے۔
- کام لینے سے پہلے مزدور کو اس کی اُجرت بتا دو
- جو رزق حلال کے لئے محنت مزدوری کرتا ہے اور رات تھک کر گذارتا ہے، اللہ اس سے راضی ہوتا ہے۔
- کسی مجلس میں پہنچو تو پہلے سلام کرو اور جب اٹھو تب بھی سلام کرو۔
- مسلمان بھولا اور فیاض ہوتا ہے۔ بد معاش، چالاک اور کنجوس نہیں ہوتا۔
- جس کی بہتری اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتی ہے اسے نیک بخت دوست عطا فرماتا ہے کہ اگر وہ (کوئی امر الٰہی) بھولے تو وہ اسے یاد دلادے۔
- لوگو جھوٹی شہادت (گناہ میں گویا) شرک کے برابر ہے۔
- کسی کو پانی اور نمک سے روکنا جائز نہیں۔
- دنیا کی بہترین متاع نیک بخت بیوی ہے۔
- جو شخص کسی ایسی غیر آباد زمین کو آباد کرے جو کسی کی ملک نہیں تو وہ اس زمین کا حقدار ہے۔
- جس نے افتادہ اور بنجر زمین پر کھیتی کی تو اس کا بھی اجر و ثواب ہے۔
- خدا تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔
- آخر زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو دین کے ذریعہ اپنی دنیا کماتے پھریں گے۔ ان کی زبانیں قند سے زیادہ شیریں اور ان کے دل بھیڑیوں کے سے ہوں گے۔
- اپنی مرادات میں ان کے مخفی رکھنے سے مدد لو یعنی اپنے رازوں کو چھپاؤ۔
- مومن نہ طعنہ باز ہے نہ لعنت کرنے والا نہ فحش گو نہ بے شرم و بے حیا یعنی یہ چیزیں ایمان کی شایان شان نہیں۔
- کسی نے عرض کیا نجات کا راستہ بتائیں فرمایا اپنی زبان کو روک، گھر میں بیٹھ اور اپنے گناہوں پر رویا کر۔
- بخدا تم میں سے کوئی بھی مومن نہیں جب تک میں اسے جان و مال اور اولاد سب سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔
- (جو کوئی ہمیشہ روزہ رکھے) تو اس کا نہ روزہ ہے نہ افطار یعنی بہ کثرت و دوام داخل عادت ہو کر غیر مفید ہو جاتی ہے۔
- خدا تعالیٰ اگر ایک انسان کو تمہارے ذریعہ (نیکو کاری کی) ہدایت دیدے تو وہ تمہارے لئے سُرخ اونٹ سے بہتر ہے۔
- تم میں بہت اچھے وہ لوگ ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو خدا یاد آجائے۔
- جس نے اپنی قدر پہچانی نجات پائی۔
- مشورہ کے لئے معتمد آدمی ہونا چاہیئے۔
- مرد نہ کہی ہوئی بات پر اختیار رکھتا ہے (سوچ سمجھ کر بات زبان سے نکالو)
- مرد اپنے دوست کے ساتھ ہوتا ہے۔
- بنی آدم کے تمام دل اللہ کے قبضہ و اختیار میں ہیں۔ جس طرح ایک دل ہو اور وہ جدھر چاہتا ہے اس کو پھیر دیتا ہے۔
- خدا کی راہ میں مارا جانا ہر گناہ کو مٹا دیتا ہے مگر قرض کو نہیں مٹاتا۔
- سب سے محبت رکھو۔ آدھی عقل اسی میں ہے۔

تاریخ راجستھان کا ایک یادگار دن

۲۲ شوال المکرم ۱۳۹۶ھ مطابق ۱۰ اکتوبر ۱۹۷۶ء کا دن مسلمانان راجستھان خصوصاً مسلمانان جے پور کے لئے بڑا ہی سعید اور مبارک دن تھا، آج کے دن راجستھان کے ایک دینی اور تعلیمی ادارے کا سنگ بنیاد ہندوستان کی مایہ ناز علمی و ادبی شخصیت حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے دست مبارک سے رکھا گیا ——— اس "جامعہ ھدایہ" کا جس کا سنگ بنیاد آج رکھا جا رہا ہے شہر سے فاصلہ پانچ میل ہے، اس لئے جانے کے لئے بسوں کا انتظام کیا گیا تھا، لیکن مسلمانوں کے سرور کا یہ عالم تھا کہ نماز فجر ادا کرتے ہی فرط مسرت و شوق سے پیدل ہی چل پڑے، اور ہر شخص کی یہی تمنا و آرزو تھی کہ جلد از جلد پہونچ جائے۔

جلسہ کا آغاز قاری رحمت اللہ صاحب (صدر مدرس مدرسہ تجوید القرآن) کی تلاوت سے ہوا۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد خطبۂ استقبالیہ پیش کیا گیا، اور اس کے بعد حضرت مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی مدظلہ العالی، ناظم ندوۃ العلماء نے ایک پُرمغز و پُراثر تقریر فرمائی۔ ہزاروں کے مجمع نے مولانا موصوف کی اس تقریر کو ہمہ تن گوش ہو کر سنا اور بیحد متاثر ہوئے۔ افادۂ عام کے لئے اس تقریر کو ٹیپ ریکارڈ کی مدد سے قلمبند کر کے شائع کیا جا رہا ہے۔

(محمد ضیاء الرحیم جے پوری متعلم ندوہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ و نستعینہ و نستغفرہ و نؤمن بہ و نتوکل علیہ (ھو الذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا و ینشر رحمتہ وھو الولی الحمید)

جناب صدر، حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب، مولانا عبدالحی فائز، سید فاروق حسن صاحب، علماء کرام، معززین راجستھان و حاضرین مجلس!

میں آپ حضرات کی اس عزت افزائی کا شکر گذار بھی ہوں اور اس سے نجوا اور شرمندہ بھی کہ آپ نے اس بڑے اعزاز کے لئے میری حقیر ذات کا انتخاب کیا، میں آپ کو کس طرح یقین دلاؤں کہ جب میں خطبۂ استقبالیہ میں اپنے متعلق بلند الفاظ سن رہا تھا تو کس قدر پانی پانی ہو رہا تھا، ایاز قدر خود شناس۔ اگر آدمی اپنی حقیقت نہیں پہچانتا تو وہ کچھ بھی نہیں پہچانتا، میں اس لحاظ سے اس نو خیز و نو مولود جامعہ کی خدمت انجام دینے کی ضرور اہلیت رکھتا ہوں کہ میں ایک طالب ہوں میرا ایک علمی خاندان سے تعلق ہے اس میں میں کسی تواضع اور خاکساری کی ضرورت نہیں سمجھتا، اس راجستھان کے ایک مردم خیز علاقہ سے بھی میرا قدیم تاریخی تعلق رہا ہے یہ چیزیں میرے لئے ضرور سفارش کرتی ہیں لیکن جتنا بڑا اعزاز آپ نے مجھے عطا فرمایا ہے وہ ایک بڑی قبا ہے جو ایک حقیر جسم پر راست نہیں آتی اور جسم کی کوتاہ قامتی کا اعلان کرتی ہے اور اس کے لئے باعث شرمندگی ہے لیکن ع

ہر گریاں کار ہا دشوار نیست

میں اس سے زیادہ کچھ عرض کرنا نہیں چاہتا کہ شاید یہ بھی کسی تصنع اور بے جا خاکساری پر محمول کیا جائے۔

خزاں رسیدہ انسانیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ:

حضرات! میں نے ابھی جو آپکے سامنے آیت پڑھی ہے اس کا انتخاب میں نے قاری صاحب کی قرأت سے کیا ہے اور اس نے میری بڑی رہنمائی کی ہے اور قرآن مجید اسی طرح ہمیشہ رہنمائی اور مشکل کشائی کرتا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

ھو الذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا و ینشر رحمتہ وھو الولی الحمید۔

اللہ وہ ہے جو بارش کو نازل فرماتا ہے، حقیقت میں غیث کا ترجمہ "بارش" پورا ترجمہ نہیں ہے۔ غیث اس چیز کو کہتے ہیں جو عین وقت پر مدد کرے، عین وقت پر مشکل کشائی کرے، فریاد رسی کرے دستگیری کرے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس طرح کسی جاں بلب مریض کے حلق میں آب حیات کے کچھ قطرے ٹپکا دئے جائیں، اس کو کوئی داروئے حیات مہیا کر دیا جائے۔ اس طرح سے تپتی ہوئی، سلگتی ہوئی جلتی ہوئی اور دم توڑتی ہوئی زمین پر اللہ تو آب حیات کے قطرے برسایا کرتا ہے ——— ھو الذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا۔ وہ فریاد رسی فرماتا ہے اور زندگی کا سامان مہیا کرتا ہے، انسانوں کے لئے اس کے بعد کہ وہ مایوس ہو چکے ہوتے ہیں ان کی آنکھیں آسمان سے لگی ہوتی ہیں وہ بڑے ارمان اور حسرت کے ساتھ آسمان کی طرف دیکھتے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پانی برسا کر سوکھی کھیتی کو ہرا کر دے، ھو الذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا و ینشر رحمتہ وھو الولی الحمید۔ اور اپنی رحمت کا دامن پھیلا دیتا ہے اور اپنی رحمت کی ہوائیں چلاتا ہے اور وہ الولی الحمید ہے یہاں پر جن صفات کا انتخاب کیا گیا ہے وہ بھی بڑی معنی خیز ہیں اللہ کے سب نام اچھے ولہ الاسماء الحسنیٰ، اللہ کی سب صفات اعلیٰ اور بالا و برتر ہیں لیکن یہاں الولی الحمید کی صفات کا انتخاب اس لئے کیا گیا کہ اس مضمون سے اور اس انسانیت کی چارہ سازی اور مسیحائی سے اس کا خاص تعلق ہے۔

یہ انسانیت کس کی ہے؟ اللہ کی ہے! وہی اس کا والی و وارث ہے کوئی اپنی کھیتی کو سوکھا نہیں دیکھ سکتا، کوئی یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ اس کی لگائی ہوئی کھیتی سوکھ جائے وہ الولی ہے وہی اس کا مالک بھی ہے اور پیدا کرنے والا بھی الحمید ہے وہ حمد کا مستحق ہے جس کی شان حمید کی ہے جس کی صفت حمید کی ہے اس کی شان سے یہ بات بعید ہے کہ وہ اپنی پیدا کی ہوئی مخلوق کو اس طرح بے یار و مددگار چھوڑ دے۔

مرض اور مسیحائی کے درمیان اٹوٹ رشتہ:

حضرات! پیاس اور سیرابی، ضرورت اور اس کی تکمیل، مرض اور اس کی مسیحائی کے درمیان ایک ایسا رشتہ ہے کہ جو کبھی ٹوٹ نہیں سکتا، یہ ازلی اور ابدی رشتہ ہے جب تک پیاس ہے سیرابی ضرور ہے جب تک ضرورت ہے تکمیل ضرور ہے جب تک مریض ہے اس کے لئے دوا و علاج کا سامان ضرور ہے۔ اسی طریقہ سے صحرا اور علم، صحرا اور ہدایت، ریگستان اور ہدایت کے درمیان بھی ایک ایسا مخفی، ایسا لطیف اور ایسا قدیم اور دائمی رشتہ ہے جس کی شہادت قرآن مجید سے بھی ملتی ہے، تاریخ انسانیت سے بھی ملتی ہے اور انسانی تجربات سے بھی ملتی ہے، آپ اس وقت کو یاد کیجئے جب ساری دنیا پر خزاں کا دور دورہ تھا جب انسانیت کی پوری کھیتی انبیاء علیہم السلام کی لگائی ہوئی کھیتی اور انبیاء علیہم السلام کی ہزاروں برس کی کوششوں پر پانی پھر رہا تھا جب انسانیت کی یہ کھیتی سوکھ رہی تھی جب انسانیت دم توڑ رہی تھی اور دیکھنے والوں کو صاف نظر آ رہا تھا،

اس کے لئے کسی خاص بصیرت کی بھی ضرورت نہیں تھی معمولی بصارت بھی کافی تھی کہ کوئی گھڑی ہے کہ ٹل رہی ہے، چند گھنٹوں، چند منٹوں میں، یہ انسانیت دم توڑ دے گی اور یہ اس کا دم واپسیں ہے۔

اس وقت دنیا میں بڑے لہلہاتے ہوئے ملک تھے، گل و گلزار شہر تھے، وہ ملک بھی تھے جو ہزاروں برس سے تہذیب و تمدن کا مرکز چلے آ رہے تھے جہاں علم کی ہوائیں چلتی تھیں، جہاں علم کی عطر بیزی تھی، جہاں کی زمین سے علم اُگتا تھا اور جہاں کا آسمان معلوم ہوتا ہے کہ علم برساتا تھا لیکن سارے ممالک انسانیت کی چارہ سازی اور انسانیت کی مسیحائی سے قاصر ہی نہیں تھے بلکہ باغی تھے، منکر تھے، بلکہ وہ انسانیت کے درد میں اضافہ کرنے والے تھے، آپ اگر اس وقت کی تاریخ کو پڑھینگے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ انسانیت جس سے فریاد کر رہی تھی، انسانیت جس کے خلاف مدعی بنی ہوئی تھی، انسانیت جس کی گریباں گیر تھی، وہی دانشمندی تھی، جس نے غلط رخ اختیار کر لیا تھا، جس نے تعمیر کے بجائے تخریب کا رخ اختیار کر لیا تھا، اس وقت یونان بھی

تھا، ایران بھی تھا اور ہمارا ملک ہندوستان بھی تھا، یورپ کو تو میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ اس وقت جہالت کی تاریکیوں میں بھٹک رہا تھا لیکن چھٹی صدی مسیحی یا ساتویں صدی مسیحی میں یہ ملک تہذیب و تمدن کا بڑا مرکز تھا ان لوگوں کی طرف انسانیت کی نگاہیں لگی ہوئی تھیں کہ ان کی طرف سے کوئی باد بہاری کا جھونکا آئے، ان کی طرف سے جاں نوازی، مسیحا نفسی کی کوئی کوشش ہوگی، یونان کی طرف آنکھیں لگی ہوئی تھیں، اس نے فلسفہ دیا، لیکن وہ انسانیت کے درد کا درماں نہ تھا، ہندوستان کی طرف نگاہیں لگی ہوئی تھیں۔ اس نے حساب اور علم ریاضی دیا مگر یہ انسانیت کے مرض کی دوا نہ تھی ایران کی طرف اس کی نظر لگی ہوئی تھی۔ اس نے سپہ گری اور شاعری دی مگر یہ بھی انسانیت کے درد کی دوا نہ تھی۔

صحرا بہار کا پیغام دیتا ہے:

اس وقت تقدیر الٰہی کا فیصلہ ہوا کہ صحرائے عرب سے اللہ کی رحمت کے وہ بادل اٹھے، اللہ کی رحمت کے دریا میں وہ جوش آئے اور وہاں سے وہ موج چلے، موج نور چلے جو ساری دنیا کو زندہ کر دے۔

صحرا کا انتخاب اللہ تعالیٰ نے صرف اس لئے نہیں کیا کہ وہ اس کا سب سے زیادہ محتاج تھا اللہ تعالیٰ کو اپنی قدرت کا یہ تماشا دکھانا تھا کہ وہ صحرا جو پانی کے ایک قطرے کو ترستا ہے ساری دنیا کو سیراب کر سکتا ہے، وہاں خدا نے کسی دانشمند اور فلسفی کو بھی پیدا نہیں کیا، صحرا کا بھی انتخاب کیا اور صحرا کے نبی کا بھی انتخاب کیا، اس صحرا میں اور صحرا کے نبی میں بھی ایک لطیف رشتہ تھا اور خاص مناسبت تھی صحرائے عرب کا اور نبی امی کا کوئی چیز بھی ایسی نہ تھی کہ دنیا کے دانشور اس کی تاویل کر سکیں اور کوئی علت و معلول کا ایسا مخفی رشتہ تلاش کر سکیں اور اس کی ایسی تشریح کر سکیں کہ جس کو علم و فلسفہ قبول کر سکے آپ کہہ سکیں کہ ایک عالم نے دنیا کو علم دیا اور ایک گل و گلزار ملک نے دنیا کو بہار کا پیغام دیا۔

صحرا بہار کا پیغام دیتا ہے اور نبی امی وہ علم عطا کرتا ہے جو علم ہی نہیں علم گر اور علماء گر ہے۔ وہ علم تنہا علم نہیں تھا بلکہ وہ تعلیم بھی تھا اس میں معلم بنانے کی بھی طاقت تھی کسی ایک شخص کو معلم نہیں پوری امت کو معلم بنانے کی اس میں صلاحیت تھی، صحرا عرب کا سا صحرا اور پیغمبر نبی امی جیسا پیغمبر اللہ تعالیٰ نے یہ دکھا دیا کہ ہماری قدرت اور ہماری کارسازی اسباب کی محتاج نہیں ہے وہ بلا سبب اور ساری دنیا کے تجربات اور ساری دنیا کے قیاسات کے خلاف کام کر سکتی ہے۔ پھر کیا ہوا۔ اقبال سے بہتر الفاظ میں اس کو ادا نہیں کیا جا سکتا۔

> از دم سیراب آں امی لقب
> لالہ رست از ریگ صحرائے عرب

اس امی لقب کے لب نوشتین سے آب حیات کا وہ قطرہ ٹپکا جس نے صحرائے عرب کے جگر کو پھاڑ کر وہ پھول کھلا وہ گلاب کا پھول کھلا جس نے ساری دنیا کو معطر کر دیا۔

ہری ہو گئی ساری کھیتی خدا کی:

حضرات! اللہ تعالیٰ اپنی یہ نشانی ہمیشہ دکھاتا رہا ہے اور جب سے علم کے دنیا میں پھیلنے کا اور سیرابیت کے عام ہونے کا یہ سلسلہ صحرا سے شروع ہوا اس کے بعد سے صحرا اور گلزار کی کوئی قید نہیں رہی، نبی امی کا یہ معجزہ مختلف زمانوں میں، مختلف ملکوں میں، مختلف وقتوں مختلف حالات میں برابر ظاہر ہوتا رہا۔ آپ اسی ہندوستان کو لے لیجئے، بلکہ اسی صحراء راجستھان کو لیجئے جس کو ہم پہلے راجپوتانہ کا صحرا اور ریگستان کہتے تھے، یہاں بھی جب مسلمان آئے تو انہوں نے علم کے دریا بہا دئے ؎

> رہے اس سے محروم آب نہ خاکی
> ہری ہو گئی ساری کھیتی خدا کی

انہوں نے صرف دہلی کو، صرف لاہور کو، ملتان کو یا صرف لکھنؤ اور جونپور ہی کو شیراز کا ہمسر نہیں بنایا بلکہ ناگور اور اخیر دور میں آپ کے قریبی شہر ٹونک کو بھی انہوں نے علم کا ایک مرکز بنا دیا، آپ اپنے اس راجستھان کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھیں ہماری تاریخی بے مائگی اور ہمارے علم کی کوتاہی ہو گی اگر ہم یہ سمجھیں کہ راجپوتانہ کا ہندوستان کی علمی تحریک اور ہندوستان کی علمی کوششوں کی تاریخ میں کوئی حصہ نہیں ہے اس نے ایک نمایاں کردار ادا کیا ہے، دور اول میں ناگور اور دور آخر میں ٹونک نے اپنے امتیاز کا سکہ بٹھا دیا۔ اپنے علماء کی ذہانت اور تبحر کا اور انکے علمی شغف کا لوہا منوا لیا، ناگور کے متعلق مجھے کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ دربار اکبری کی زینت وہ فاضل نوجوان ہیں جن کو دنیا ابوالفضل اور فیضی کے نام سے جانتی ہے جو ملا مبارک ناگوری کے بیٹے تھے اگرچہ ہمیں ان کے خیالات سے پورا اتفاق نہیں اور ان کی تاریخ پر تاریخ ہی میں بہت سے پردے پڑے ہوئے ہیں ہم نہیں کہہ سکتے کہ اب وہ خدا کے یہاں پہنچ گئے ہیں لیکن جہاں تک ان کے تبحر علمی، ان کے علمی تفنن اور ان کی ذہانت کا تعلق ہے جہاں تک فیضی کی شاعری اور ابوالفضل کے زور قلم آئین سازی اور تاریخ نویسی کا تعلق ہے اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا، آخری دور میں جب ٹونک میں ایک چھوٹی سی اسلامی ریاست قائم ہوئی تو ہمارا قریب کا یہ شہر جس کو شاید راجستھان کے باہر بہت کم لوگ جانتے ہوں گے وہ بھی بہت بڑا علمی مرکز بن گیا اور وہاں ایسے علماء پیدا ہوئے کہ جن سے فیض حاصل کرنے کے لئے ہندوستان کے گوشہ گوشہ سے لوگ آتے تھے علامہ حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ جو بعد میں ٹونکی اور پھر ان کے بعد جو جید اور سرآمد روزگار علماء پیدا ہوئے اگر آپ ان کے حالات پڑھنا چاہتے ہیں تو اردو ہی میں نہیں بلکہ عربی کی کتابوں میں بھی انکے حالات ملیں گے جو اس وقت عالم اسلام کے تمام کتب خانوں میں موجود ہیں، آخری دور میں مولانا محمود حسن خاں صاحب ٹونکی کا نام لیتا ہوں جن کے ذکر سے ہمارا سر فخر سے اونچا ہو جاتا ہے جیسا کہ میرے تعارف میں کہا گیا ہے کہ میں شرق وسطیٰ کے عرب ملکوں سے قریبی تعلق رکھتا ہوں اور میں وہاں آتا جاتا رہتا ہوں، وہاں کی علمی مجلسوں اور وہاں کی جامعات کو بھی خطاب کرنے کا مجھے موقع ملا ہے جب بھی مولانا محمود حسن خانصاحب ٹونکی کے علمی امتیاز اور علمی کارنامہ کا ذکر کیا تو لوگوں کے چہروں پر ایک حیرت اور آنکھوں میں ایک تجسس کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ ہندوستان کی سرزمین میں وہ ٹونک کو نہیں جانتے وہ راجستھان کو بھی نہیں جانتے وہ ہندوستان کو جانتے ہیں۔ (الھند) تحتی براعظم ہندوستان نے اتنا بڑا مصنف پیدا کیا جس نے مصنفین کے کارناموں کو زندہ کر دیا، مصنفین ہی نہیں بلکہ ان مصنفین کے کارناموں کو زندہ کر دیا۔ معجم المصنفین کے نام سے انہوں نے ایک کتاب لکھی جہاں تک میری تحقیق اور میری معلومات ہے بیس ہزار صفحات میں یہ کتاب لکھی گئی کیا کوئی یقین کر سکتا ہے کہ یہ تنہا ایک شخص کا کارنامہ ہے میں اکثر کہا کرتا ہوں کہ یورپ میں ایک اکیڈمی کام کیا کرتی ہے ہمارے یہاں مسلمانوں میں ایک آدمی کام کرتا تھا اس ایک آدمی نے اکیڈمی کا کام کیا، معجم المصنفین نے صرف ہندوستان ہی کے مصنفین کو زندہ نہیں کیا بلکہ تمام عالم اسلام کے مصنفین کو جن کا زمانی رقبہ پہلی صدی ہجری سے لے کر چودہویں صدی ہجری تک اور جن کا مکانی رقبہ مکہ اور مدینہ سے لے کر انڈونیشیا، بدخشاں، ختن اور تاشقند تک ہے ان کے حالات پر سے پردہ اٹھایا۔

افسوس ہے کہ اس کی چند ہی جلدیں شائع ہو سکیں لیکن پھر بھی اس کتاب کی کوئی نظیر نہیں ہے یہ میں آپ کے اس راجستھان نہیں بلکہ اسی جے پور کی جہاں آج جامعہ ہدایت کا سنگ بنیاد رکھا جائیگا اس سے چند میل کے فاصلہ پر جو ایک گمنام سا شہر ہے میں اس کی ایک تنہا شخصیت کا کارنامہ بیان کر رہا ہوں۔ عله

تو صحرا کا علم سے اور تصنیف سے اور تحقیق سے ایک خاص رشتہ ہے اور یہ رشتہ جو عرب کے اس نبی امی کے ذریعہ قائم ہوا ہے یہ ہمیشہ قائم رہے گا۔

اور آج بھی آپ اس جنگل میں جو منگل دیکھ رہے ہیں، آج آپ کو جو اتنی صورتیں یہاں نظر آ رہی ہیں، آج آپ کو اس اسٹیج پر جو معززین نظر آ رہے ہیں یہ بھی درحقیقت اسی نبی امی کا فیض ہے، قیامت تک جو کچھ ہو گا اسی کے طفیل ہوگا اس نے جو علم کی شمع روشن کی تھی ؎

> ہر کجا بینی جہاں رنگ و بو
> ... ...

ہر کجا ہی کرم ایجے ساختہ اند

جہاں بھی آپ کو کوئی علم کی شمع جلتی نظر آئے گی اسی شمع اسی دیئے سے جلایا ہوا دیا ہوگا، یہاں جو شمع ہدایت آپ دیکھ رہے ہیں، یہاں پر جس جامعہ ہدایت کے نام سے یہاں آپ جمع ہوئے ہیں یہ اسی ہادی برحق اور اسی ہادی کامل کی شمع ہدایت کا پرتو ہے جو آپ کو نظر آ رہا ہے

علمائے ہند کی علمی خدمات:

حضرات! یہ جامعہ ہدایت کس بنیاد پر قائم ہو رہا ہے؟ اس کی کیا ضرورت ہے؟ اس کا کیا پیغام ہے؟ یہ کس ضرورت کی تکمیل کرے گا؟ یہ کس خلا کو پُر کرے گا؟ اس کے متعلق میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مدرسہ ہے کیا چیز؟ مدرسہ کی کیا ضرورت ہے مدرسہ کی معنویت اور اس کی قدر و قیمت کیا ہے؟ کیا ان بلند و بالا جامعات کی موجودگی میں جن کا ایک نمونہ یہاں آپ کو راجستھان

عله اسی ٹونک کے مشہور علماء میں سے مولانا حکیم برکات احمد صاحب ٹونکی تھے جنکے شاگردوں کا حلقہ ہند و بیرون ہند تک پھیلا ہوا تھا۔ ان کے قائم کردہ مدرسہ خلیلیہ کی علمی خدمات محتاج تعارف نہیں۔

یونیورسٹی کی شکل میں بھی نظر آئے گا اور یہاں کالجوں کی شکل میں بھی نظر آئے ان عصری جامعات کی موجودگی میں ایک جامعۂ ہدایت کی کیا ضرورت ہے؟ ایک عربی مدرسہ کی کیا ضرورت ہے؟ اس کے متعلق نہایت موزوں طریقہ پر مولانا عبدالحئی صاحب فاروقی نے بتلایا عربی زبان کی اہمیت بتلائی، عربی زبان کی اہمیت اب سب کو تسلیم ہے ایک زمانہ تھا کہ جب ندوۃ العلماء نے عربی زبان کی اہمیت کی آواز بلند کی اور آج سے ہی ۸۵—۹۰ سال پہلے یہ کہا کہ عربی زبان ایک زندہ زبان ہے، اس کو ایک زندہ زبان کی حیثیت سے سیکھنا چاہیئے، اور اہل زبان کی طرح اس میں کمال پیدا کرنا چاہیئے، یہ آواز اس وقت اس طرح بلند کی گئی جیسے کوئی جنگل میں آواز لگائے اور اس کا کوئی سمجھنے والا نہ ہو، آج زمانہ نے، سیاسی انقلابات نے ثابت کر دیا اور دنیا کی ترقی نے اس بات کو سچ ثابت کر دیا اور عربی زبان کی اہمیت پر جو ان روشن ضمیر علماء نے آج سے تقریباً ایک صدی پہلے سمجھی تھی زمانہ نے مہر تصدیق ثبت کر دی، آج عربی زبان کے بغیر گاڑی نہیں چلتی۔ آج عربی زبان کسی کو آتی ہے تو وہ ابن بطوطہ کی طرح دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک سفر کرتا چلا جائے تو عربی زبان سے کام لے سکتا ہے۔ آپ کو سن کر تعجب ہوگا جب میں کالی کٹ گیا اور وہ ایک ہی مرتبہ مجھے جانے کا اتفاق ہوا تو میں مجبور تھا کہ وہاں عربی زبان کے ذریعہ تبادلۂ خیال کروں، اردو وہ حضرت سمجھتے نہیں، اردو جس پر ہم کو آپ کو بڑا ناز ہے اور جس میں آپ نے ایسا فصیح و بلیغ سپاس نامہ یا خطبۂ استقبالیہ سنایا یہ اردو کیرالا کی حد تک بالکل نامانوس ہے میں ہندوستان کا ایک شہری اپنے ہندوستانی بھائیوں سے اپنے اظہار مافی الضمیر کے لئے اپنے خیالات ان تک پہونچانے کے لئے اس پر مجبور تھا کہ جدید تعلیم یافتہ لوگوں سے انگریزی میں گفتگو کروں اور وہاں کے دیندار لوگوں سے اور مسلمانوں سے عربی میں گفتگو کروں، خود اس عربی زبان کا سکہ چل رہا ہے اور اس عربی زبان میں یہاں ہندوستان میں جو کچھ کام ہوا اس کے متعلق اس وقت کیا عرض کروں کہ اس وقت کا یہ موضوع نہیں ہے، اس پر مستقل تصنیفات ہیں کہ ہندوستان نے عربی زبان کو مالا مال کر دیا اور بعض گوشے ایسے ہیں کہ جس پر تنہا ہندوستان کا کنٹری بیوشن (CONTRIBUTION) ہے ہندوستانی مسلمانوں نے اس موضوع کو شروع بھی کیا اور ختم بھی کیا، میں مثال کے طور پر کہتا ہوں علمی اصطلاحات "نہایت نازک مسئلہ ہے جس طریقہ سے کہ جہاز کا قطب نما یا جہاز کا درست کرنے والا آلہ ہوائی جہاز کا یا بحری جہاز کا ہوتا ہے کہ اس میں اگر سوئی بال برابر بھی ہٹ جائے تو جہاز راستہ بھول جائیگا غلط راستہ پر پڑ جائے گا۔ اس طرح علمی اصطلاحات کی نوک پلک اتنی نازک ہے کہ ان کی تشریح میں ذرا سی بھی غلطی ہو جائے تو پورا کا پورا فن آدمی کے لئے چیستان بن جائے گا۔ اس نازک موضوع پر دو بہترین کتابیں تیرہ سو برس میں دنیا میں لکھی گئی ہیں۔ وہ دو ہندوستانی عالموں کی ہیں (۱) کشاف اصطلاحات الفنون مولانا محمد اعلیٰ تھانوی کی جو بارہویں صدی کے ایک عالم تھے (۲) دستور العلماء مولانا قاضی عبدالنبی احمد نگری کی جو غالباً بارہویں صدی کے ایک عالم تھے یہ دونوں کتابیں تنہا ہندوستانی عالموں کے قلم سے نکلی ہیں۔

اسی طریقہ سے حدیث کے مفردات کی شرح میں سب سے مستند، سب سے وسیع اور سب سے بڑی کتاب جو جامع ہے تمام کتابوں کی وہ ایک ہندوستانی عالم فخر ہندوستان علامہ محمد طاہر پٹنی گجراتی کے قلم سے "مجمع بحار الانوار" کے نام سے نکلی ہے، جس کو سارا عرب جانتا ہے اور اس موضوع پر جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں سب سے اس نے مستغنی کر دیا ہے اور میں بڑے فخر اور شکر کے ساتھ آپ کے سامنے اس حقیقت کا اظہار کرتا ہوں کہ خدا نے ہندوستانی مسلمانوں کو جو سعودی عرب میں ڈیڑھ سو دو سو برس سے رہتے ہیں لیکن ہندوستان سے انہوں نے اپنا رشتہ توڑا نہیں ہے نہ ہندوستان کی زبان سے نہ ہندوستان کی تہذیب سے۔ خدا نے انھیں کو توفیق دی کہ پہلی بار خوبصورت عربی ٹائپ میں وہ اس کتاب کو شائع کریں، میرا اندازہ یہ ہے کہ ۵۰ ہزار سے ایک لاکھ کے درمیان رقم اس پر صرف ہوئی ہوگی یہ آپ کے ٹنکی تاجروں کا کارنامہ ہے کہ جن کا جدہ میں اور مکہ میں اور ریاض اور مدینہ میں بڑا تجارتی کاروبار ہے۔

مدرسہ کس درد کی دوا ہے:

میں اب آپ سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ مدرسہ کس درد کی دوا ہے یہ مدرسہ جو قائم ہو رہا ہے خدا اس پودے کو پروان چڑھائے اور اس کو ایک شاداب اور سایہ دار درخت بنائے جس کے نیچے نسلیں آرام پائیں۔ اور اس سے ہدایت حاصل کریں یہ جامعہ کس خلا کو پُر کرتا ہے کس ضرورت کی تکمیل کرتا ہے؟

حضرات! صحیح دینی مدرسہ کے بارے میں میرا نقطۂ نظر بہت سے بھائیوں سے اور اُن پڑھے لکھے دوستوں سے مختلف ہے جو مدرسوں سے واقفیت کا دعویٰ رکھتے ہیں، یا اس سے تعلقات رکھتے ہیں، میں مدرسہ کو پڑھنے پڑھانے اور پڑھا لکھا انسان بنانے کا کارخانہ نہیں سمجھتا میں مدرسہ کی اس حیثیت کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں، میں اس سطح پر آنے کے لئے تیار نہیں ہوں کہ مدرسہ اسی طریقہ سے پڑھنا لکھنا سکھانے یوں کہنا چاہیئے کہ پڑھنے لکھنے کا ہنر سکھانے کا ایک مرکز ہے جیسے کہ دوسرے اسکول اور کالج ہیں میں اس کو مدرسہ کے لئے ازالۂ حیثیت عرفی کے مرادف سمجھتا ہوں یعنی اگر میں مدرسہ کا وکیل ہوں یا میں خود مدرسہ بن جاؤں تو میں اس پر ازالۂ حیثیت عرفی کا مقدمہ قائم کر سکتا ہوں اگر کوئی مدرسہ کو صرف اتنا حق دینے کے لئے تیار اور مدرسہ کو صرف اتنا ماننے کے لئے تیار ہے کہ جیسے پڑھنے لکھنے کا ہنر سکھانے کے لئے بہت سے کارخانے ہیں بہت سے مرکز ہیں کوئی اسکول کہلاتے ہیں کوئی کالج کہلاتے ہیں ان کے مختلف معیار اور مختلف سطحیں ہیں اسی طریقہ سے مدرسہ بھی عربی زبان یا عربی علوم و فنون، فقہ اور دینیات، تفسیر و حدیث سکھانے کا ایک مرکز یا ایک کارخانہ ہے، میں مدرسہ کو نائبین رسول و خلافت الٰہی کا فرض انجام دینے والے اور انسانیت کو ہدایت کا پیغام دینے والے اور انسانیت کو اپنا تحفظ و بقا کا راستہ دکھانے والے افراد پیدا کرنے والوں کا ایک مرکز سمجھتا ہوں۔ میں مدرسہ کو آدم گری اور مردم سازی کا ایک کارخانہ سمجھتا ہوں جس طرح فیکٹریاں ہوتی ہیں مختلف قسم کی کوئی گن فیکٹری ہوتی ہے کوئی شو فیکٹری ہوتی ہے کوئی کسی اور قسم کی مشین ڈھالتی ہے، ہوی الیکٹرک کے سامان پیدا کرنے کے بہت سے کارخانے ہیں ہم ان کی بہت قدر کرتے ہیں، ہم ان کی ملک میں ضرورت تسلیم کرتے ہیں، ہم ان کی تحقیر نہیں کرتے، لیکن چیزوں کے مختلف درجے ہوتے ہیں، مدرسہ اس طرح کے پڑھے لکھے آدمی پیدا کرنے کا مرکز اور انسان نہیں، مدرسہ ایسے لوگ پیدا کرنے کا مرکز ہے جن کا ابھی آپ کے سامنے ذکر کیا گیا ہے، یہ الگ بات ہے کہ مدرسہ ایسا کر رہا ہے یا نہیں اور ہر مدرسہ یہ کر پا رہا ہے یا نہیں، اس کا اس اصولی بحث سے کوئی تعلق نہیں، میں مدرسہ کے ایک خادم کی حیثیت سے اور مختلف مدارس سے تعلق رکھنے والے کی حیثیت سے اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ بہت سے مدارس یہ فرض انجام دینے سے قاصر ہیں یا قاصر ہو گئے ہیں پہلے یہ فرض انجام دیا کرتے تھے اب یہ فرض وہ انجام نہیں دے رہے ہیں کیوں؟ لیکن مدرسہ کو کیا فرض انجام دینا چاہیئے، مدرسہ کا فرض کیا ہے؟ مدرسہ کے سپرد کونسا کام کیا گیا ہے؟

مدرسہ کا شجرۂ نسب:

حقیقی مدرسہ کی بنیاد اور پہلے مدرسہ کی بنیاد کہاں رکھی گئی ہے، پہلے مدرسہ کی بنیاد قرطبہ اور غرناطہ میں نہیں رکھی گئی، قیروان اور قاہرہ میں نہیں رکھی گئی، دہلی اور لکھنؤ میں نہیں رکھی گئی، فرنگی محل، ندوۃ العلماء اور دارالعلوم دیوبند میں نہیں رکھی گئی، پہلے مدرسہ کی بنیاد مسجد نبوی میں رکھی گئی اور اس مدرسہ کا نام صفہ تھا۔ آپ مجھے معاف کریں میں مدرسوں میں صحیح النسب مدرسہ اور عالی نسب مدرسہ اسی کو سمجھتا ہوں جس کا شجرۂ نسب صفۂ نبوی پر جا کر ختم ہو اور میں اسی مسجد کو صحیح النسب مسجد سمجھتا ہوں جس کا شجرۂ نسب کعبۂ ابراہیمی پر جا کر ختم ہو اور مسجد نبوی پر ختم ہو، میں اسکے مقابلہ میں دوسرے الفاظ بولنا نہیں چاہتا کہ وہ مسجد کیا کہلائے گی؟ لیکن قرآن مجید نے بتا دیا ہے ہمیں اور آپ کو کوئی نیا لقب ایجاد کرنے کی ضرورت نہیں وہ مسجد مسجد ضرار کہلائے گی جس کا شجرۂ نسب ابراہیم و محمد علیہما السلام کی بنائی ہوئی مسجد وں پر ختم نہیں ہوتا ——

اور وہ مدرسہ مدرسہ نہیں بلکہ انسانیت کی قتل گاہ کہلائیگا جس کا شجرۂ نسب صفۂ نبوی ؐ پر ختم نہیں ہوتا، مسجد نبوی ؐ پر ختم نہیں ہوتا، ابوذرؓ و سلمانؓ پر ختم نہیں ہوتا، صدیقؓ و علیؓ پر ختم نہیں ہوتا، زیدؓ اور سیدہ عائشہؓ پر ختم نہیں ہوتا ——

ان مبلغان دین ان ہادیان انسانیت ان پیشوایان عالم پر ختم نہیں ہوتا جنھوں نے ہدایت کا پیغام دیا، جنھوں نے قربانی کا پیغام دیا

جنھوں نے خود نقصان اٹھا کر دوسروں کو نفع پہونچانے کا پیغام دیا، کہ اپنا زیاں مقصود ہے اور اپنا زیاں گوارہ ہے، لیکن دوسروں کا زیاں گوارہ نہیں، جنھوں نے یہ پیغام دیا کہ اپنے گھر میں اندھیرا رکھ کر دوسروں کے گھروں میں روشنی کا انتظام کرو اپنے پیٹ پر پتھر باندھ کر (اس لئے کہ ان کا سلسلہ انھیں پر ختم ہوتا ہے جنھوں نے غزوۂ خندق میں پیٹ پر دو دو پتھر باندھے تھے) دوسروں کے بچوں کا پیٹ بھرنے اور ان کو کھلانے کا انتظام کرو، جنھوں نے یہ پیغام دیا کہ مدرسہ کا کام ملازمت دلانا نہیں ہے، مدرسہ کا کام سپاہی بنانا نہیں ہے، مدرسہ کا کام ایسا پڑھا لکھا انسان بنانا جو اپنی چرب زبانی سے لوگوں کو مسحور کرے نہیں ہے، مدرسہ کا کام قرآن سنانا ہے۔ جب دنیا میں ہر حقیقت کا انکار کیا جا رہا ہو اور یہ کہا جا رہا ہو کہ سوائے طاقت کے کوئی حقیقت ہے ہی نہیں جب دنیا میں بلا خوف ڈنکے کی چوٹ پر کہا جا رہا ہو کہ دنیا میں صرف ایک حقیقت زندہ ہے اور سب حقیقتیں مر چکیں، اخلاقیات مر چکے، صداقت مر چکی، عزت مر چکی، غیرت مر چکی، شرافت مر چکی، خودداری مر چکی، انسانیت مر چکی، صرف ایک حقیقت باقی ہے اور وہ نفع اٹھانا اور اپنا کام نکالنا ہے وہ ہر قیمت پر، عزت بیچ کر، شرافت بیچ کر، ضمیر بیچ کر، اصول بیچ کر، خودداری بیچ کر صرف چڑھتے سورج کا پجاری بننا ہے، اس وقت مدرسہ اٹھتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ انسانیت مری نہیں ہے، اس وقت مدرسہ اعلان کرتا ہے کہ نقصان میں نفع ہے، ہار جانے میں جیت ہے، بھوک میں وہ لذت ہے جو کھانے میں نہیں، اس وقت مدرسہ اعلان کرتا ہے کہ ذلت بعض مرتبہ وہ عزت ہے جو بڑی سے بڑی عزت میں نہیں اس وقت مدرسہ اعلان کرتا ہے کہ سب سے بڑی طاقت خدا کی طاقت ہے سب سے بڑی صداقت حق کی صداقت ہے، یہ ہے مدرسہ کا کام اور اگر مدرسہ یہ کام چھوڑ دے اور دنیا کے سارے کام کرنے لگے تو وہ مدرسہ مدرسہ کہلانے کا مستحق نہیں، میں سمجھتا ہوں کہ جامعہ ہدایت کا صحیح سنگ بنیاد اسی پر رکھا جا رہا ہے میرے گنہگار ہاتھوں سے نہیں رکھا جا رہا ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے رکھا جا رہا ہے اور ان تمام ہادیان انسانیت کے ہاتھوں سے رکھا جا رہا ہے اور رکھا جا چکا ہے یہ کوئی نیا واقعہ نہیں۔ یہ واقعہ سیکڑوں بار پیش آچکا ہے، دنیا کے چپہ چپہ پر جامعۂ ہدایت موجود ہے۔ جب تک یہ دین زندہ ہے، جب تک انسانیت کے اندر کوئی سانس اور رمق باقی ہے اس کے اندر حقیقی انسانیت کی رمق باقی ہے اس وقت تک دنیا کا کوئی گوشہ جامعۂ ہدایت سے خالی نہیں یہ جامعۂ ہدایت درحقیقت ان حقیقی جامعات ہدایت کے خاندان کی ایک فرد ہے، یہ کسی چیز کا آغاز نہیں، ایک تسلسل ہے، وہ تسلسل جو دنیا میں کسی بڑی سے بڑی چنگیزی، بڑی سے بڑی کسروی و قیصری، بڑی سے بڑی شہنشاہی اور زور شمشیر سے اس کی لائی ہوئی مصیبت کے زمانے میں بھی کبھی نہیں ٹوٹا۔ مدرسہ کا کام یہ ہے کہ وہ ایسے انسان پیدا کرے جو اس پست سطح سے بلند ہوں کہ قیمت لگائے ہم سب کو بیچنے کو تیار ہیں، آج دنیا نیلام کی منڈی کے سوا کچھ نہیں، کہاں کا مدرسہ اور کہاں کا کتب خانہ، کہاں کے اصول، اور کہاں کے معیار، ہم تو یہ دیکھ رہے ہیں کہ یہ دنیا ایک بازار ہے اس میں ہر ایک اپنا جنس ہر اور اپنا جنس کمال ہاتھ پر رکھے ہوئے بیچنے کے لئے آیا ہے، لیکن ہم اس نقطۂ نظر کو تسلیم نہیں کرتے۔ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ دنیا محض ایک بازار ہے، ایک منڈی ہے، یہاں جو آئے مال لیکر جائے اور بیچے، صرف مسئلہ قیمت کا ہے البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ کسی کو بیچنے میں کچھ دیر لگ جائے، اس لئے نہیں کہ اس کو اپنا جنس کمال اور اپنا جنس مذہب اور اپنا جنس اخلاق زیادہ عزیز ہے بلکہ اس لئے کہ اس کے منہ مانگے دام نہیں مل رہے ہیں۔

جب انسانیت پر زوال آیا جب اخلاقیات پر زوال آیا اور جب لوگوں کو یہ نظر آنے لگا کہ یہ جو حق و باطل کی بات کہی جاتی تھی یہ محض تاریخی داستان ہے اور محض زیب داستان کے لئے کہی گئی ہے اور اس کا کہیں وجود نہیں ہے، حق و باطل کوئی چیز نہیں ہے، حلال و حرام کوئی چیز نہیں ہے، کفر و ایمان کوئی چیز نہیں، غلط و صحیح، صواب ناصواب کوئی چیز نہیں ہے اصل چیز تو پیسہ ہے اصل چیز تو طاقت ہے، اصل چیز عہدہ ہے، اصل چیز مواقع ہیں، اس وقت مدرسہ نے ایسے لوگ پیدا کئے، کوئی ایسا آدمی لا کر کھڑا کر دیا، ایسا بلند ذات انسان، ایسا کوہ پیکر انسان جس نے کہا کچھ نہیں! ہم نہیں جانتے! اور اگر کسی کو اعتبار نہیں آتا تو ہمیں خرید کر دیکھ لے، اگر وہ ہمیں خرید سکتا ہے تو ہم مان لیں گے کہ دنیا میں اخلاقیات کوئی چیز نہیں اور ان سب پر مکمل زوال آچکا ہے، مدرسہ نے ہمیشہ ایسے لوگ پیدا کئے ہیں۔

میں آپ کو چند مثالیں دیتا ہوں کہ مدرسہ کیسے آدمی پیدا کرتا ہے۔ اس تھوڑے سے وقت میں جب کہ آپ کو اس تقریب میں بھی شرکت کرنا ہے اور آپ دیر سے بیٹھے ہوئے ہیں، میں مدرسہ کی پوری کارگزاری آپ کو نہیں سنا سکتا اس کو اگر آپ کو دیکھنا ہو تو مدرسوں کی تاریخ پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں ایک ایک مدرسہ پر ضخیم ضخیم جلدیں لکھی گئی ہیں، میں مراکش گیا تھا، رباط گیا تھا تو کسی جلدوں میں مجھے جامعۃ القرویین کی تاریخ دی گئی، نہایت اعلیٰ درجہ کے آرٹ پیپر پر چھپی ہوئی اور تصویروں سے مزین کئی ضخیم جلدوں میں صرف جامعۃ القرویین کی۔ ایسے ہی ازہر کی تاریخ آپ پڑھیں، ہمارے یہاں دارالعلوم دیوبند کی تاریخ آپ پڑھنا چاہیں، ندوۃ العلماء کی تاریخ آپ پڑھنا چاہیں، فرنگی محل کی تاریخ آپ پڑھنا چاہیں تو موجود ہیں۔ میں آپ کے سامنے چند مثالیں دیتا ہوں۔

یہ ہے مدرسہ کی شان:

امام مالک کا زمانہ ہے اور ساری دنیا میں علم کی دھوم مچی ہوئی ہے اور بڑے فخر کی بات سمجھی جاتی ہے کوئی شخص یہ کہے کہ حدثنا مالک بن انس حدثنا مالکؒ یہ اس وقت کا سب سے بڑا اعزاز تھا کہ دنیا کے کسی گوشہ میں کوئی کہے حدثنا مالکؒ سب کے کان کھڑے ہو جاتے تھے اور سب سر اٹھا کر دیکھنے لگتے تھے کہ وہ کون سا خوش نصیب انسان ہے جس کو امام مالک سے تلمذ کا شرف حاصل ہے، ان امام مالک کو جو آخر اموی دور اور ابتدائی عباسی خلافت کے زمانہ میں اپنی مسند درس بچھائے بیٹھے تھے مدینہ طیبہ کے محدود شہر میں ان کے پاس پیام آتا ہے کہ آپ دربار میں زحمت فرمائیں اور خلیفہ کے صاحبزادوں کو سبق پڑھا دیں یعنی شہزادہ امین و مامون کو کچھ سبق پڑھا دیں انہوں نے فرمایا کہ آپ کے گھر سے اس علم کی توقیر و عزت کا سلسلہ شروع ہوا ہے، آپ کے گھر سے لوگوں نے علم کی توقیر کا سبق سیکھا ہے اور آپ ہی کے ہاتھوں اس کی تذلیل ہو یہ آپ کے لئے مناسب نہیں ہے۔ علم کے پاس آیا جاتا ہے علم کسی کے پاس نہیں جاتا، چنانچہ امین و مامون وہاں گئے اور انہوں نے امام مالک سے درس لیا، یہ ہے مدرسہ کی شان، جس نے آپ کے سامنے ایک نمونہ رکھا۔

دوسرا نمونہ دیکھئے:۔

حضرت عطاءؒ کا یا طاؤسؒ کا واقعہ ہے کہ انہوں نے منصور کو ایک موثر نصیحت کی منصور سے کہا۔ اور لوگ بھی وہاں مجلس میں بیٹھے تھے وہ کہتے ہیں کہ ہم نے کپڑے سمیٹنے شروع کیے، اپنا دامن سمیٹنا شروع کیا کہ ابھی جلاد کو حکم ہوتا ہے اور ان کا سر قلم کر دیا جاتا ہے تو کم سے کم ان کے خون ناحق کے چھینٹے ہمارے دامن پر تو نہ پڑیں۔ وہ کہتے تھے کہ ہم بس سہمے کھڑے ہوئے تھے کہ کیا حکم ہوتا ہے۔ منصور نے کہا کہ ذرا یہ قلم دوات رکھا ہوا ہے اٹھا دیجئے وہ ان کے قریب تھا، انہوں نے کہا میں نہیں اٹھا سکتا۔

"کیوں ——؟"

انہوں نے کہا مجھے یہ اطمینان نہیں ہے کہ آپ اس سے کیا لکھیں گے ممکن ہے کہ آپ خدا کو ناخوش کرنیوالی چیز لکھیں میں اس میں شریک ہونا نہیں چاہتا، وہ کہتے ہیں کہ پھر ہم نے اپنا دامن سمیٹا کہ اب حکم ہوتا ہے جلاد کو لیکن ہیبت حق کا یہ حال تھا کہ منصور نے کوئی حکم نہیں دیا، یہ میں نے آپ کو دوسرا واقعہ سنایا۔

اب میں تیسرا اور آخری واقعہ سناتا ہوں اس سے آپ سمجھیں کہ علم کی کیا شان ہے۔ ایک بزرگ تھے ابھی سو برس پہلے کا قصہ ہوگا جو دمشق کی جامع مسجد جامع اموی میں بیٹھے ہوئے درس دے رہے تھے اتفاق سے اس دن ان کے پاؤں میں تکلیف تھی اور گھٹنے میں تکلیف تھی اور وہ پاؤں پھیلائے ہوئے بیٹھے تھے اور جیسا کہ قاعدہ ہے کہ استاذ پشت بہ قبلہ ہوتا ہے اور اس کے شاگرد سامنے بیٹھے ہوتے ہیں اور دروازے سے داخل ہوتے ہیں اور بیٹھ جاتے ہیں، تو ان کا چہرہ دروازے کی طرف تھا اور پشت قبلہ کی طرف تھی اور پاؤں دروازے کی طرف پھیلائے ہوئے تھے اس وقت کا ایک مشہور ربانی سلطنت مصر خدیوی سلطنت جو ابھی فاروق پر ختم ہوئی ہے پاشا کی یہ دو بیس برس پہلے اس کا بانی تھا، محمد علی پاشا اس کا بیٹا تھا۔ ابراہیم پاشا وہ اس زمانہ میں بڑا سفاک اور جلاد مشہور تھا، وہ شام کا گورنر تھا اور اس کی سفاکی کے قصے لوگوں کی زبانوں پر تھے اس کو خیال ہوا کہ میں حضرت کا درس جا کر سنوں اور ملاقات کروں

وابستہ ہی وہ تھا اس لئے پہلے دروازے کی طرف سے آیا۔ سب کو خیال تھا کہ حضرت کو ہزار تکلیف ہو اس موقع پر اپنا پاؤں سمیٹ لیں گے اتنی دیر میں کیا ہو جائے گا۔ لیکن انہوں نے بالکل کوئی جنبش نہیں کی نہ درس موقوف کیا نہ پاؤں سمیٹا اسی طرح پاؤں پھیلائے رہے اور پاؤں ہی کی طرف آکر کھڑا ہو گیا۔ اب ان کے شاگرد کہتے ہیں کہ ہم بالکل لرزاں و ترساں تھے کہ دیکھئے کیا ہوتا ہے، کیا ہمارے شیخ کی شہادت ہماری آنکھوں کے سامنے ہوگی یا یہ کہ تذلیل ہو گی، مشکیں باندھ لی جائیں گی اور کہا جائے گا لے چلو، وہ کھڑا رہا اور وہ دیر تک درس دیتے رہے۔ التفات بھی نہیں کیا اور پاؤں بھی نہیں سمیٹا مگر خدا جانے ان لوگوں کا کیا اثر ہوتا ہے کہ اس نے کچھ کیا نہیں کوئی سرزنش نہیں کی، کوئی شکایت نہیں کی اور چلا گیا سننے والی بات جو ہے وہ یہ کہ وہ کچھ ایسا معتقد ہوا کہ اس نے جاکر اشرفیوں کا ایک توڑا غلام کے ہاتھ بھیجا اور کہا کہ شیخ کو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ یہ حقیر نذرانہ قبول فرمائیں آپ جانتے ہیں انہوں نے جواب میں کیا کہا، یہ آب زر سے لکھنے والا جملہ تھا جو علم کی تاریخ میں ہمیشہ روشن رہے گا۔ انہوں نے کہا اپنے بادشاہ کو سلام کہنا اور کہنا جو پاؤں پھیلاتا ہے وہ ہاتھ نہیں پھیلاتا، یا پاؤں ہی پھیلالے یا ہاتھ ہی پھیلالے، ایک ہی کام ہو سکتا ہے دنیا میں جب میں نے پاؤں پھیلائے تھے میں اسی وقت سمجھتا تھا کہ اب میں ہاتھ نہیں پھیلا سکتا الذی یمد رجلہ لا یمد یدہ انہی الفاظ کے ساتھ مورخ نے ان کو نقل کیا ہے الذی یمد رجلہ لا یمد یدہ۔

جامعہ ہدایت کے طلباء اور فضلاء کو ہدایت:

میرے دوستو اور بھائیو!

ہمیں ایسے مدرسہ کی ضرورت ہے اور ہم توقع کرتے ہیں کہ جس مدرسہ کا نام ہی جامعہ ہدایت ہے، وہاں کے طلباء اور فضلاء کو اس سے یہ ہدایت ملے گی کہ وہ یہ غیرت و خودداری سیکھیں، ان علماء ربانیین سے اور علماء حق سے جن کے واقعات سے تاریخ لبریز ہے اس خودداری کا سبق سیکھیں کہ یا پاؤں پھیلالیں یا ہاتھ پھیلالیں۔

آج ہمیں ایسے آدمیوں کی ضرورت ہے جو چاہے پاؤں نہ پھیلائیں میں یہ نہیں کہتا کہ پاؤں پھیلائیں، میں نہیں کہتا کہ آج زمانہ اس جرأت کا متحمل ہے میں نہیں کہتا کہ اس زمانہ کی تہذیب اس کو گوارا کرےگی یا اسلام نے یہ تعلیم دی ہے کہ بے ضرورت پاؤں پھیلائے جائیں، بے ضرورت پاؤں پھیلانے کی میں تبلیغ نہیں کرتا مگر ضرور کہوں گا کہ ہاتھ نہ پھیلائیں۔ عالم وہ ہے جو ہاتھ نہ پھیلائے، آج ہمارے مدرسوں کو ان آدمیوں کے پیدا کرنے کی ضرورت ہے اور دنیا کو اور انسانیت کو ان عالموں کی ضرورت ہے جن کے متعلق تجربہ یہ ہو جائے کہ یہ کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے والے نہیں ہیں اور آج جس بزرگ اور گرامی ذات سے اس جامعہ کا انتساب کیا جا رہا ہے انہوں نے ہمیں اسی کی تعلیم دی ہے وہ ہاتھ پھیلانے والے نہیں تھے اور ان کی روح جب ہی خوش ہوگی، جب اس جامعہ سے وہ لوگ نکلیں جو دنیا کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائیں، آج ہمیں یہ منظر نظر آ رہا ہے کہ سب نے کسی نہ کسی شکل میں ہاتھ پھیلا رکھے ہیں، کسی کے ہاتھ پھیلے نہیں ہیں اس لئے کہ ہاتھ پھیلانے کا ان کو موقع نہیں ملا، لیکن ہاتھ پھیلنے کے لئے تیار ہیں، مصیبت یہ ہے کہ جو ہاتھ پھیلے نہیں ہیں وہ پھیلنے کے لئے بے چین و بے قرار ہیں آج کونسا ہاتھ ہے جو تڑپ نہیں رہا ہے کہ مجھے پھیلنے کا موقع ملے! آج دنیا ذہینوں کو نہیں ترس رہی ہے، فلسفیوں کو نہیں ترس رہی ہے

میرے دیکھے ہوئے ہیں مشرق و مغرب کے میخانے

میں یورپ بھی دیکھ آیا ہوں اور مشرق وسطیٰ کا کونہ کونہ بھی چھانا ہے۔ آج بڑے بڑے عالموں کی، ادیبوں کی، مصنفوں کی، خطیبوں کی، شاعروں کی، دانشوروں کی، فلسفیوں کی کمی نہیں ہے۔ آج کمی ہے اُن اللہ کے بندوں کی ان قدسی نفوس کی جو کسی شکل میں بھی ہاتھ پھیلانے کے لئے تیار نہیں، وہ موت کو ترجیح دیں گے لیکن ہاتھ نہ پھیلائیں گے۔ وہ اپنے ضمیر کا سودا کرنے کے لئے تیار نہیں،

دنیا میں سیاسی انقلابات آئیں اور گزر جائیں، حکومتیں قائم ہوں اور نکل جائیں، ہوا چلے اور بند ہو جائے کچھ بھی ملک میں ہو لیکن اُن کا ہاتھ کسی کے سامنے نہیں پھیل سکتا وہ اپنے ضمیر کا سودا کرنے کے لئے تیار نہیں اور آپ یقین جانئے کہ یہ زمین و آسمان اسی وقت تک صحیح طور پر قائم رہیں جب تک کسی نہ کسی شکل میں تھوڑی سے تھوڑی تعداد میں خواہ ان کو دیکھنے کے لئے دوربین کی یا خوردبین کی ضرورت پیش آئے لیکن ان کا وجود تو ہو، خوردبین بھی تو اسی کو دیکھ سکتی ہے جس کا وجود ہے، جس کا سرے سے وجود ہی نہیں اس کو خوردبین کہاں سے دیکھے گی۔ آج اتنی چھوٹی شکل میں ایسی بڑی شکل میں سہی ان لوگوں کا وجود کہیں تو ہوتا جن کو خوردبین سے دیکھا جا سکتا، خدا کا شکر ہے ایسا تو نہیں ہوا کہ دنیا اُن کے وجود سے یکسر خالی ہو جائے لیکن یہ جنس بہت نایاب ہے اگر نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہے

بس میرے بھائیو! میرے نزدیک مدرسہ کا صرف ایک کام ہے کہ وہ ایسے حقانی اور ربانی علماء پیدا کرے جو صرف یہی نہیں یہ تو ان کی شان سے بہت بعید ہے کہ وہ اپنے ضمیر کا سودا کریں نہیں! بلکہ وہ دنیا کو جو ضمیر کا سودا کر رہی ہے اس کو سرزنش کر سکیں اس سے کہہ سکیں کہ انسان کا ضمیر اس سے بہت زیادہ قیمتی ہے کہ وہ روز بکے روز نیلام پر چڑھے، ایک عہدے پر بک جائے، ایک عہدہ، ایک کرسی، ایک خوشنودی، ایک جسم اس کو خرید لے۔

حضرات!

آپ نے اپنی ریاستوں میں اپنے انہی بزرگوں میں ایسے قصے سنے ہوں گے کہ، لوگوں نے اپنی شرافت پر آنچ نہیں آنے دی، اپنی عزت پر میل نہیں آنے دیا بڑے سے بڑے نقصان کو گوارہ کرلیا لیکن اس کے لئے تیار نہیں وہ یہ کہ اپنی اس عزت، اس سطح اور اس معیار سے نیچے اُتر آئیں، میں صرف ہندوستان کو نہیں کہتا میری نگاہ ساری دنیا پر ہے میں ساری دنیا کو اپنے سامنے دیکھ رہا ہوں اور یہ میں جو آپ کے سامنے کہہ رہا ہوں یہ میں ہر جگہ کہہ آیا ہوں، یہ نہیں کہ میں آج آپ کے سامنے پہلی مرتبہ کہہ رہا ہوں، میں نے عربوں کے سامنے یہی بات کہی میں نے ان سے کہا کہ ہم نے تم سے خودداری کا سبق سیکھا ہم نے تم سے ایمان کا سبق سیکھا تھا، ہم نے تم سے استقامت کا سبق سیکھا تھا، میں نے ناصر کے زمانہ میں کہ جب عرب اپنے آپے میں نہیں تھے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ان میں باقی نہیں رہی تھی اس وقت میں نے ان کا گریبان پکڑ پکڑ کر ان سے کہا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ آپ ایک چیز کو غلط سمجھتے ہیں اور آپ اس کے پیچھے اس طرح دیوانہ وار دوڑ رہے ہیں۔

عالم ہر زمانہ میں ہر جگہ قبلہ نما ہے:

مدرسہ کا کام یہ ہے کہ وہ ایسے باضمیر باعقیدہ ایسے باایمان، ایسے باحوصلہ باہمت فضلاء پیدا کرے کہ جو اس ضمیر فروشی، اصول فروشی اور اخلاق فروشی کے دور میں روشنی کے مینار کی طرح قائم رہیں کہ وہ کہیں نہیں جاتا اپنی جگہ پر کھڑا ہے، راستہ بتاتا ہے جیسے قبلہ نما کہ آپ کہیں ہوں وہ آپ کو قبلہ بتادے گا ہندوستان میں بتائے گا دوسرے ملک میں بتائے گا پہاڑ پر رکھیں تو بتائے گا، پل پر رکھیں تو بتائے گا۔ یہ عالم کا کام ہے کہ ہر زمانہ میں ہر جگہ قبلہ نما ہے۔

یہ جامعہ ہدایت جہاں تک میں سمجھتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ ان مقاصد عالیہ پر ان کی بنیاد رکھی جا رہی ہے اور حقیقت میں ہر دینی مدرسہ کی بنیاد اسی پر رکھی گئی ہے اور یہی اس کی اصل قدر و قیمت ہے ان کو آپ ان کی عمارتوں سے نہ پہچانئے آپ ان کے بوریوں اور وہاں کے فرنیچر کی کمی اور وہاں کے پڑھنے والوں اور پڑھانے والوں کی تہی دامنی اور ان کی بے بضاعتی سے ان کا درجہ قائم نہ کیجئے! جیسے کہ کہنے والوں نے کہا گدائے شاہی ہیں اور دلق فقری میں وہ شاہانہ مزاج رکھتے ہیں ان کا مزاج شاہانہ ہے اور ان کا لباس فقیرانہ ہے، یہ ہمارے علماء سلف تھے اور آج انہی علماء سلف کی اس وقت ضرورت ہے۔

مدرسوں نے ہوا کے رُخ پر چلنا قبول نہیں کیا:

خدا کا شکر ہے کہ ہوا کے رُخ پر چلنا مدرسہ کا اصول نہیں ہے اگر مدرسہ کا یہ اصول ہوتا تو وہ کب کے انگریزی کے، عربی کے کالج بن چکے ہوتے، لیکن جو اس وقت چند گنے چنے مدرسے باقی ہیں وہ اس بات کا ثبوت دیتے ہیں کہ مدرسوں نے ہوا کے رُخ پر چلنے کو قبول نہیں کیا۔

حضرات! میں ان الفاظ کے ساتھ آپ حضرات کی عزت افزائی کا اور بانیان مدرسہ خاص طور پر حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب اور مولانا عبدالحی صاحب ناز کی ذرہ نوازی کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اس اہم مقدس اور اس بابرکت اور عالی مرتبہ کام کے لئے مجھ جیسے طالب علم کا انتخاب کیا جو کچھ میرے متعلق کہا میں اللہ سے دعا کرتا ہوں آپ بھی دعا کیجئے کہ اس دن مجھے رسوائی سے بچائے کہ جس دن یوم تبلی السرائر کا ظہور ہوگا۔ اب میں ان الفاظ کے ساتھ اپنی گزارش کو ختم کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس جامعہ کو ہمیشہ سرسبز و شاداب رکھے اور صحیح معنی میں اس کو مرکز ہدایت بنائے۔ آمین

قیامت

سائنس اور قرآن کی روشنی میں

ریاض الدین احمد (سابق پرنسپل)

ماہرین سائنس کے یہاں نظام فلکی میں فنا کا تصور اب پورے یقین کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے۔ اس تصور کو لینارڈ بائیکل (Lennard Bickel) نے اپنے ایک مقالہ میں اس طرح پیش کیا ہے۔

"نظام فلکی فانی ہے۔ سورج ستارے اور زمین کے لئے ایک یوم زوال یقینی اور لازمی ہے۔ سورج بھی جو ایک ستارہ ہی ہے اب اپنی عمر کے وسط میں پہونچ چکا ہے۔ آئندہ پانچ ہزار ملین سال میں (ایک ملین دس لاکھ کے برابر ہے) اس چمکتے ہوئے سورج کی روشنی زائل ہو جائے گی۔ ہماری یہ زمین سورج کے محور کا ایک چکر سال بھر میں پورا کرتی ہے۔ اور سورج اپنے تمام ستاروں سمیت اپنے قوس و قزح (Milky Way) کے وسط کا ایک چکر دو سو پچاس ملین سالوں میں ختم کرتا ہے۔ جب سے سورج وجود میں آیا ہے۔ سائنسی تحقیقات کے مطابق اس نے ابتک ایسے بیس چکر لگالئے ہیں۔ لیکن اب آئندہ بیس چکر اور لگانے کے بعد اس کا وجود باقی نہیں رہے گا کیونکہ سورج کا موجودہ نیوکلیائی توازن جس رفتار سے تبدیل ہو رہا ہے اس کا تقاضا ہے کہ اس مدت میں اس کے پاس ہائیڈروجن ... کا ذخیرہ (hydrogen) ختم ہو جائے۔ اور آئندہ بیس چکر لگانے کے بعد یہ ذخیرہ ختم ہو کر ہیلیم (Helium) میں تبدیل ہو جائے۔ ایسی صورت میں اپنی زندگی کو بچانے کے لئے سورج کا ذکر ہیلیم کو جلانا شروع کردے گا۔ اس کے نتیجے میں سورج پھیل کر ایک بہت بڑا آگ کا گولا بن جائیگا اور شدید گرم شعاعیں پھینکنا شروع کردیگا یہاں تک کہ قریب کے سیاروں پر آگ کی بارش ہونے لگے گی اور وہ گل کر سورج کے پگھلے مادے میں ڈوب جائیں گے زمین پر ہر قسم کی زندگی کا خاتمہ ہو جائے گا۔ سمندر ابلنے لگیں گے اور پہاڑ پگھل کر بہہ نکلیں گے۔ بالآخر سورج کا پھیلنا بند ہو جائیگا پھر چند ہی گھنٹوں کے اندر سورج ختم ہو کر ایک چھوٹا سا ستارہ رہ جائے گا۔ اور اس کے پاس بچا کھچا ہیلیم جل رہا ہوگا یہ بھی تھوڑی ہی مدت میں ختم ہو جائے گا اس کے بعد اندھیرا گھپ ہو جائے گا۔ سورج کی یہ تقدیر لکھی جاچکی ہے اسمیں کسی تبدیلی کا امکان نہیں ہے۔ نئے علوم اور تحقیقات کا کوئی سمندر اس تقدیر کو بدل نہیں سکتا۔"

آئیے اس بیان کا قرآن کی روشنی میں جائزہ لیں۔

(١) یہ بات بالکل واضح ہو کر سامنے آگئی ہے کہ ماہرین سائنس کی نظر میں اجسام فلکی کا فنا ہونا ایک یقینی امر ہے۔ لیکن جس نتیجے پر وہ آج پہونچے ہیں اس کے متعلق قرآن چودہ سو برس پہلے ہی بتا چکا ہے۔

"وسخر الشمس والقمر کل یجری لاجل مسمی ٥ (الرعد)

(اللہ نے چاند اور سورج کو ایک قانون کا پابند کیا اور یہ ایک وقت مقررہ تک اسی طرح چلتے رہیں گے)۔ اس سے یہ معلوم ہو گیا کہ چاند اور سورج کا وجود صرف وقت مقررہ تک کے لئے ہے۔ جب وہ وقت آجائے گا تو ان کا فنا ہو جانا ضروری ہے۔

(٢) یہ وقت مقررہ کب آئے گا۔ اس کے متعلق ماہرین سائنس کا اندازہ پانچ ہزار ملین سال کا ہے۔ مگر یہ اندازہ حسابیات کی شعبدہ بازی سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جتنے علوم انسان کو دئے ہیں ان میں قیامت کا علم شامل نہیں ہے۔

"عندہ علم الساعۃ" (القمان)

(قیامت کی گھڑی کب آئے گی اس کا علم صرف اللہ ہی کو ہے)

"قل انما علمها عند ربی (الاعراف)

(کہو اس کا (قیامت کا) علم میرے رب ہی کے پاس ہے)۔

(٣) فنا کے قریب سورج کا گرم ہو کر سُرخ ہو جانا سائنس دانوں نے اب معلوم کیا ہے۔ مگر سیکڑوں سال پہلے قرآن فرما چکا ہے:

"فاذا انشقت السماء فکانت وردۃ کالدھان ٥ (الرحمٰن)

(کیا بنے گی اس وقت جب آسمان پھٹ جائے گا اور لال چمڑے کی طرح سرخ ہو جائے گا)

(٤) فنا کے قریب تاروں کا پگھل جانا اور پہاڑوں کا زمین کا بہہ نکلنا علوم سائنس کے ضمن میں ایک نئی اور اہم معلومات میں شامل ہے۔ لیکن قرآن پاک میں یہ علم پہلے سے موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کا نقشہ اس طرح کھینچتے ہیں:

فاذا انشقت السماء ٥ (الرحمٰن)

(اور جب آسمان پھٹ جائے گا)

واذا الشمس کورت ٥ (التکویر)

(اور جب سورج لپیٹ دیا جائے گا)

واذا النجوم انکدرت ٥ (التکویر)

(اور جب تارے بکھر جائیں گے۔

واذا الجبال سیرت (التکویر)

(اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے۔

قرآن پاک کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ ایک وقت آئے گا جب سورج اپنی تمام طاقتوں اور صلاحیتوں کو زائل کردے گا۔ اس وقت آسمان پھٹ جائے گا اور سورج لپیٹ دیا جائے گا نہ اس میں وہ گرمی باقی رہے گی جس پر دنیاوی زندگی کا دارومدار ہے اور نہ وہ روشنی باقی رہے گی جس سے ہمارے دن و رات بنتے اور بگڑتے رہتے ہیں۔ پہاڑوں کا زمین پر چلنا جو قرآن پاک میں آیا ہے تو وہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ پگھل کر زمین پر بہنے لگیں۔ اور شائد ایسا ہی ہو کیونکہ یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ "زمین کوٹ کوٹ کر ریگ زار بنادی جائے گی"۔

"کلا اذا دکت الارض دکا دکا ٥

(جب زمین پر پہاڑوں کا ملبہ پھیل جائیگا تو اس کی شکل ایک سخت چٹانی مادے کی ہوگی اس لئے اسے پے درپے کوٹ کوٹ کر ریگ زار بنانا ہی اللہ تعالیٰ کی مصلحت ہو سکتی ہے۔

(٥) سائنس کی تحقیقات کے مطابق بالآخر سورج کا بے نور ہو جانا بھی اس کے آخری اوقات میں ضروری ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ یوں ہے:

واذا الشمس کورت (جب سورج اندھیرا کردیا جائے گا)۔

وخسف القمر (چاند بے نور ہو جائیگا)

لیکن چونکہ چاند کو سورج سے روشنی ملتی ہے اس لئے چاند کا بے نور ہو جانا سورج کے بے نور ہو جانے پر بھی دلالت کرتا ہے۔ ساتھ ہی ستاروں کا بے نور ہو جانا بھی ثابت ہے۔

واذا النجوم انکدرت (تکویر)

(جب ستارے تاریک ہو جائیں گے)۔

واذا النجوم طمست (مرسلات)

(جب ستارے ماند کر دئے جائیں گے)

(٦) اہل سائنس کا اندازہ ہے کہ سورج کے زوال کے قریب آس پاس کے ستارے پگھل کر خود بھی سورج کے ملبے میں ڈوب جائیں گے۔ مگر قرآن پاک نے یہ خبر دی ہے کہ قیامت کے قریب چاند اور سورج بھی ملاکر ایک کردئے جائیں گے۔

وجمع الشمس والقمر ٥

(٧) علمائے سائنس نے یہ بتایا ہے کہ سورج اور اجسام فلکی کے فنا کا عمل کوئی طویل المدت معاملہ نہیں ہوگا۔ بلکہ صرف چند گھنٹوں کا کام ہوگا۔ اس کے آگے کوئی تفصیل بیان کرنے سے وہ قاصر ہیں۔ اس وقت جو کچھ ہوگا قرآن پاک کی زبان سے سنئے:

(١) پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ معاملہ چند گھنٹوں کا نہیں بلکہ چند لمحوں کا ہوگا۔ اور جہاں ایک طرف فنا کا معاملہ ہو رہا ہے۔ آسمان لپیٹا جا رہا ہے۔ زمین کوٹی جا رہی ہے وہاں دوسری طرف مُردے زندہ کئے جا رہے ہیں اور کھوکھلی اور بوسیدہ ہڈیاں اکٹھا کرکے ان میں جان ڈالی جا رہی ہے۔ ان تمام کاموں میں جتنا وقت صرف ہوگا اس کی مثال اللہ تعالیٰ نے ایک "زور کی ڈانٹ" سے دی ہے۔ بس اتنا ہی وقت لگے گا جتنا ایک "زور کی ڈانٹ" میں صرف ہو سکتا ہے۔ ان الفاظ سے صرف وقت ہی کا نہیں بلکہ آواز کی گہرائی کا اندازہ بھی ہو گیا۔

"فانما ھی زجرۃ واحدۃ ٥

فاذا ھم بالساھرۃ ٥ (یہ بس اتنا کام ہے کہ ایک زور کی ڈانٹ پڑے گی اور یکایک یہ کھلے میدان میں موجود ہوں گے۔

وما امر الساعۃ الا کلمح البصر او ھو اقرب (النحل)

(قیامت کے برپا ہونے کا معاملہ کچھ دیر نہ لے گا مگر بس اتنی کہ جیسے آدمی کی پلک جھپک جائے بلکہ اس سے بھی کچھ کم۔

(٢) یہ کُھلا میدان کیونکر بن جائے گا اس کے متعلق سائنس صرف اتنا جانتی ہے وحالانکہ یہ علم بھی کامل نہیں ہے کہ پہاڑ پگھل جائیں گے۔

قرآن پاک نے فنا کے دن پہاڑوں کے حسب ذیل صورتوں میں تبدیل ہونے کی خبر دی ہے۔

(١) الجبال کالعھن (معارج)

(پہاڑ روئی کے گالوں کے مانند ہو جائیںگے)

(٢) اذا الجبال نسفت (مرسلات)

(جب پہاڑ ریزہ ریزہ کردئے جائیں گے)

(۱) وکانت الجبال کثیبا مهیلا (مزمل)
(اور پہاڑ بکھرا ہوا تا بہ ہو جائیں گے)
(۲) وسُیّرت الجبال فکانت سرابا۔
(اور پہاڑ چلائے جائیں گے۔ پھر وہ سراب ہو جائیں گے)

مگر قرآن نے زمین کے برابر کرنے کے دو طریقے بتائے ہیں۔ ایک تو کوٹ کوٹ کر اور دوسرے ہلا ہلا کر۔ سورہ واقعہ میں فرمایا گیا ہے:۔

"اذا رجت الارض رجاۃ و بست الجبال بساۃ فکانت هباءً منبثا ۃ"
(زمین اس وقت یکبارگی ہلا ڈالی جائے گی اور پہاڑ اس طرح ریزہ ریزہ کر دئے جائینگے کہ پراگندہ غبار بن کر رہ جائیں گے)

(۳) ماہرین سائنس نے سورج کے زوال کے بعد زمین کا ایک نامکمل نقشہ کھینچا ہے۔ وہ یہ ہے:۔
(ا) زمین پر ہر قسم کی زندگی کا خاتمہ ہو جائے گا۔
(ب) پہاڑ پگھل کر بہہ نکلیں گے۔
(ج) اندھیرا گھپ ہو جائے گا۔

اس کے مقابلے میں قرآن نے ہونے والے حالات کو بالکل واضح کر کے رکھ دیا ہے:۔
(الف) اس دن صور پھونکا جائے گا۔
یوم ینفخ فی الصور۔
(انعام۔ نحل۔ طٰہٰ)
(ب) ایک زلزلہ آئے گا اور اس کے بعد دوسرا زلزلہ۔
یوم ترجف الراجفة (جس دن ہلا مارے گا زلزلے کا ایک جھٹکا) تتبعها الرادفة (اسکے کے پیچھے اور ایک اور جھٹکا)۔
یہ دو ارض گیر جھٹکے جب آئینگے تو زمین اور اس کی مخلوق کا کیا حشر ہوگا۔ اس کا اندازہ ہم ان تباہ کن زلزلوں سے کر سکتے ہیں جو وقتاً فوقتاً مقامی طور پر آتے رہتے ہیں۔ اور جن کا مشاہدہ ان آنکھوں نے بارہا کیا ہے۔
(ج) ان زلزلوں کے ساتھ پہاڑوں کا ٹوٹنا اور سطح زمین کی ناہمواری کا بھی ایک تصور سامنے آتا ہے قیامت کے دن اس ناہمواری کو دور کر دیا جائے گا۔
واذا الارض مدت (الانشقاق)
(زمین پھیلا کر سطح کر دی جائیگی)
ممکن ہے کہ اسی ناہمواری کو دور کرنے کے لئے وہ طریقہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے استعمال کیا جائے جس کا اظہار دکّا دکّا کے الفاظ سے کیا گیا ہے۔

(د) زلزلے کے نتیجے میں نہ صرف پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر بکھر جائینگے بلکہ زمین کے نیچے بھی جو کچھ ہے وہ اوپر آ جائے گا۔ والقت ما فیها و تخلت ۵ (الانشقاق)
زمین کے اندر تر اور خشک معدنیات کے علاوہ اللہ کی کثیر مخلوقات ہیں اور تمام انسانوں کی وہ ہڈیاں ہیں جو سڑ گل کر یا جلانے کے بعد خاک ہو کر زمین کے اندر موجود ہیں۔ معدنیات کے خزانے تو زمین نے اب بھی خالی کرنا شروع کر دیا ہے جو زمینیں خشک زار تھیں وہاں سونے کی کانیں اور تیل کے چشمے اُبل پڑے ہیں۔ مگر انسانی جسم جو نہ آب اور نہ خاک ہے اس کا وقت ابھی نہیں آیا ہے۔ قیامت کے دن زمین ان کو بھی اوپر پھینک دے گی۔
(ط) زلزلے کے ساتھ ایک گرج کی آواز بھی پیدا ہو گی۔ یہ آواز مُردوں کو زندہ کر دے گی اور کھوکھلی اور بوسیدہ ہڈیاں یکایک زندگی کا جامہ پہن کر میدان حشر میں موجود ہو جائیں گی۔ آواز کی طاقتوں پر بھی سائنسی تحقیقاتیں جاری ہیں۔
— اگرچہ قرآن کی حقانیت کو قبول کرنے کے لئے یقین کامل کے علاوہ کسی بھی دلیل کی ضرورت نہیں۔ مگر اتمام حجت کے لئے اللہ تعالیٰ نے سائنس کا راستہ بھی کھول دیا ہے۔ تاکہ وہ لوگ جو عقلی دلائل کا مطالبہ کرتے ہیں ان کے لئے بھی قبول حق کے خلاف کوئی جواز باقی نہ رہے لیکن بات اصل یہ ہے کہ جنھیں دلائل کی تلاش ہے وہ حق کو قبول کرنے کے لئے کسی حالت میں بھی تیار نہیں ہیں۔ کیونکہ ان کا نفس ان کے پیچھے لگا ہوا ہے۔ فنا کو تسلیم کر لینے کے بعد بھی جزا اور سزا اور حیات بعد الممات کی حقیقت کو وہ قبول نہیں کر سکتے کیونکہ ان کو قبول کر لینے کے بعد فسق و فجور کی زندگی کے لئے کوئی دلیل باقی نہیں رہ جاتی۔ عیش پرستیوں۔ بدکرداریوں اور مظالم کا راستہ بند ہو جاتا ہے اور غرور بے خوفی اور لذائذ نفس کے لئے کوئی بہانہ میسر نہیں آتا۔

قند مکرر

ایک مشہور عربی نعت ——— اور اس کا ——— منظوم اُردو ترجمہ

روحی مچھلی شہری

اَلصُّبحُ بَدَا مِنْ طَلعَتِہٖ ۔ وَاللَّیلُ دَجیٰ مِنْ وَفْرَتِہٖ
سپیدیٔ صبحِ عالم نے جبینِ نور سے پائی ۔ سیاہی انکی زلفوں سے شبِ دیجور میں آئی

سلام اللہ کا ان پر سلام اللہ کا ان پر

فَاقَ الرُّسُلَا فَضلاً وَّ عُلاً ۔ اَھدَی السُّبُلَا لِدَلَالَتِہٖ
رسولوں پر ہوئے فائق فضیلت اور بلندی سے ۔ دکھائی راہِ حق ہم کو کمالِ رہنمائی سے

سلام اللہ کا ان پر سلام اللہ کا ان پر

کَنزُ الکَرَمِ مَولَی النِّعَمِ ۔ ھَادِی الاُمَمِ لِشَرِیعَتِہٖ
سخاوت کا خزینہ مالکِ تقسیم ہیں نعمت کے ۔ وہی ہیں ہادیٔ امت وہی رہبر شریعت کے

سلام اللہ کا ان پر سلام اللہ کا اُن پر

اَزکَی النَّسَبِ اَعلَی الحَسَبِ ۔ کُلُّ العَرَبِ فِی خِدمَتِہٖ
نسب پاکیزہ تر ان کا حسب کی شان اعلیٰ ہے ۔ عجم کا ذکر کیا سارے عرب نے سر جھکایا ہے

سلام اللہ کا ان پر سلام اللہ کا ان پر

سَعَتِ الشَّجَرُ نَطَقَ الحَجَرُ ۔ شُقَّ القَمَرُ بِاِشَارَتِہٖ
درخت آئے ہیں دوڑے سنگریزے بھی ہوئے گویا ۔ اشارے سے ہوا تھا ماہِ کامل کیسا دو پارا

سلام اللہ کا ان پر سلام اللہ کا ان پر

جِبرِیلُ اَتیٰ لَیلَۃَ اَسرٰی ۔ وَالرَّبُّ دَعَاہُ لِحَضرَتِہٖ
شبِ معراج آئی حضرت جبریلؑ لینے کو ۔ بُلایا تھا انھیں اللہ نے سوغات دینے کو

سلام اللہ کا ان پر سلام اللہ کا ان پر

نَالَ الشَّرَفَا وَاللہُ عَفَا ۔ عَمَّا سَلَفَا مِنْ اُمَّتِہٖ
ملا ہے یہ شرف جنکو کہ حق نے ان کی اُمت سے ۔ گذشتہ ہر خطا سے درگذر کی سب گنہ بخشے

سلام اللہ کا ان پر سلام اللہ کا ان پر

مُحَمَّدُنَا ھُوَ سَیِّدُنَا ۔ وَالعِزُّ لَنَا لِاِجَابَتِہٖ
محمد نام نامی ہے وہی ہیں سید و آقا ۔ اسی میں کامیابی ہے پڑھیں ہم آپ کا کلمہ

سلام اللہ کا ان پر سلام اللہ کا ان پر

خط و کتابت کرتے وقت حوالہ نمبر خریداری ضرور تحریر کریں

OATH

I swear to God, my Lord and Creator, and promise that :

(1) If a student, my endeavour shall be directed to intellectual development, betterment of society and service of humanity, and to become a law-abiding citizen capable of leading the Country in future. I shall refrain from violence and breaking the law of the land and dedicate myself to the acquisition of education and service of my Country ;

(2) If an employee, my objective shall be hard and honest work with a view to serving the people. I shall avoid helping myself illegally and indulging in nepotism, slackness and injustice ;

(3) If a trader, I shall abstain from hoarding and profiteering and shall not indulge in economic expoitation of the masses ;

(4) If a teacher, a journalist, a writer or a poet, I shall apply my talents in furtherance of such ideas and ideals which promote humanitarian feelings and keep in check the frailty of human nature, unmannerliness, violence, antipathy, misanthropy and distructive tendencies ;

(5) If I am charged with any public responsibility, I shall strive, within the sphere of my authority, to restore justice to those whom it has been denied ;

(6) To whatever class or section of society I may belong, I will love my Country and extend my love and kindliness, friendship and assistance to all my countrymen, and that,

(7) I shall take interest and co-operate, as far as possible, with the All-India Payam-i-Insaniyat Forum in its programme to salvage the Country from the prevailing ill-will amongst the people and their moral decadance.

Signature ____________

Name ____________ Profession ____________

Full Address ____________

____________ (contact on the following address)
Payam-i-Insaniyat Forum, P.O. Box 93, Nadwa, Lucknow.
(Telephone No, 22948)

کل ہند حلقۂ پیام انسانیت

حلف

دستخط ....
پورا نام .... پیشہ ....
مکمل پتہ ....

(رابطہ کے لئے پتہ)
حلقۂ پیام انسانیت، پوسٹ بکس ۹۳، ندوہ، لکھنؤ (ٹیلیفون ۲۲۹۴۸)

अखिल भारतीय पयामे इन्सानियत फोरम

शपथ

पयामे इन्सानियत फोरम—पो. बॉ. ९३, नदवा, लखनऊ—७

کل ہند حلقۂ پیام انسانیت کا سہ روزہ کنونشن بمقام لکھنؤ ——— بتاریخ ۲۰، ۲۱، ۲۲ مئی ——— اس پتہ پر رابطہ قائم کیجئے
کنوینر حلقۂ پیام انسانیت، پوسٹ بکس ۹۳ ندوہ لکھنؤ